ماہنامہ

انوارِ مدینہ

شمارہ : ۳	صفر المظفر ۱۴۲۷ھ ۔ مارچ ۲۰۰۶ء	جلد : ۱۴

سیّد مسعود میاں	سیّد محمود میاں
نائب مدیر	مدیر اعلیٰ

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات......سالانہ ۵۰ ریال

بھارت، بنگلہ دیش.................سالانہ ۱۲ امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ.......................سالانہ ۱۴ ڈالر

امریکہ.................................سالانہ ۱۶ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 5330311 - 42 - 092

خانقاہ حامدیہ : 5330310 - 42 - 092

فون/فیکس : 7703662 - 42 - 092

رہائش "بیت الحمد" : 7726702 - 42 - 092

- موبائل : 4249301 - 333 - 092

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۷
یزید حاکم تھا خلیفۂ راشد نہ تھا	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۳
حضرت فاطمہؓ کے مناقب	حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتیؒ	۲۴
حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ	حضرت مولانا مفتی سیّد محمد مظہر صاحب	۳۲
مگر تنقید آقا پر گوارہ کر نہیں سکتا	جناب آثر جونپوری	۴۰
ماہِ صفر.....احادیث کی روشنی میں	جناب محمد عدنان زکریا صاحب	۴۱
نیک عورتوں کے اَوصاف	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ	۴۶
نبوی لیل ونہار	حضرت مولانا سعد حسن صاحبؒ	۵۰
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۳
دینی مسائل		۵۶
اخبار الجامعہ		۶۰
تقریظ وتنقید		۶۲

آپ کی مدتِ خریداری ماہ ....ختم ہوگئی ہے

آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ..............روپے جلد اِرسال فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد !

اللہ تعالیٰ نے سب سے آخری کتاب جو نازل فرمائی وہ قرآن پاک ہے جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ آپ کے ذریعہ بھیجا جانے والا دین سب سے آخری دین ہے جو کامل اور مکمل ہے اور سابقہ تمام دین اِس کے بعد منسوخ ہوگئے۔ حضرت محمد ﷺ کے تشریف لانے کے بعد بھی اگر کوئی اپنے سابقہ دین پر قائم رہتا ہے تو وہ ''پسماندہ اور بنیاد پرست'' ہے۔ اِسلام ان بنیاد پرستوں کو ہدایت کی طرف بلاتے رہنے کی تلقین کرتا ہے اور اگر یہ سچے دل سے اسلام میں داخل ہوجائیں تو ان کو دینی بھائی قرار دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ (سُورۃ توبہ آیت ۱۱) لیکن اگر یہ اپنی بدخصلتی سے باز نہیں آتے جس کا مظاہرہ گزشتہ دنوں ڈنمارک کے اخبار ''جیلنڈ پوسٹن'' میں ناموس رسالت سے متعلق توہین آمیز خاکہ شائع کر کے اخبار کے ایڈیٹر ''فلیمنگ روز'' اور ''ویسٹ کارڈ'' نامی کارٹونسٹ نے کیا ہے۔ تو اسلام ایسے سرکش اور نافرمان کو مہلت بھی نہیں دیتا اور حکم دیتا ہے کہ اِن سے قتال کرو، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَاِنْ نَّكَثُوْا اَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَا اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ o اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ o (سورۂ توبہ آیت ۱۲،۱۳)

''اور اگر وہ توڑیں اپنی قسمیں عہد کرنے کے بعد اور عیب لگائیں (خاکے بنا کر یا دیگر طریقوں سے) تمہارے دین میں تو لڑو کفر کے سرداروں سے، بیشک اِن کی قسمیں کچھ نہیں، تاکہ وہ باز آئیں۔ کیا نہیں لڑتے ایسے لوگوں سے جو توڑیں اپنی قسمیں اور فکر میں رہیں کہ رسول کو نکال دیں اور (حالانکہ) اُنہوں نے پہلے چھیڑ کی، کیا اِن (بدعہد، دغابازوں) سے ڈرتے ہو، سو اللہ کا ڈر چاہیے تم کو زیادہ اگر تم ایمان رکھتے ہو''۔

اِن کی عہد شکنی کی عادت کی بنا پر قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے :

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً يُّرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ. (سورۂ توبہ آیت ۸)

''کیوں کر رہے صلح اور اگر وہ (اے مسلمانوں) تم پر (غالب آکر) قابو پائیں تو نہ لحاظ کریں تمہاری قرابت کا اور نہ عہد کا، تم کو (بہلا پُھسلا کر) راضی کر لیتے ہیں، اپنے منہ کی بات سے (زبانی کلامی) اور اُن کے دل نہیں مانتے اور اکثر اُن میں بدعہد ہیں''۔

ائمہ اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی کافر مرد یا عورت نبی علیہ السلام کو علی الاعلان بُرا کہے تو اُس کو قتل کر دیا جائے اگرچہ وہ ذمی ہی ہو، کیونکہ یہ حرکت کر کے اُس نے معاہدہ توڑ ڈالا، لہٰذا اُس کی جان کی امان جاتی رہی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک شخص تھا ''ابن خطل'' یہ پہلے مسلمان ہوگیا تھا پھر مرتد ہو کر مشرک ہوگیا، اُس کی دو گانے والی لونڈیاں تھیں جو نبی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کے نغمے گاتی تھیں۔ جب مکہ فتح ہوا تو یہ جان بخشی کی خاطر بیت اللہ کے غلاف سے چمٹا رہا، نبی علیہ السلام کو اِس کی خبر دی گئی، آپ ﷺ نے فرمایا اس کو قتل کر دو، چنانچہ اُس کو قتل کر دیا گیا۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۲۴۹)

قرآن اور حدیث کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ بدعہدی اور نافرمانی اُنکی قدیم سے عادت رہی ہے اِسی لیے اُن کو ''کافر'' کہا جاتا ہے۔ دُنیا میں جب بھی کچھ عرصہ کے لیے اقتدارِ اعلیٰ پر اُن کا غلبہ ہوا تو اِس کے ساتھ ہی انصاف معدوم ہوگیا، لٰہذا اِن کفار کے مناسب یہی ہے کہ یہ ذمی بن کر رہیں یعنی اِسلامی عملداری کے تحت زندگی گزاریں اور سالانہ ٹیکس ادا کریں جس کے عوض اُن کو جان، مال وعزت کا تحفظ فراہم کردیا جائے اور بس۔

موجودہ دور میں چونکہ ذمی بن کر زندگی گزارنے والی قوموں کو بے لگامی مل گئی اِس لیے دُنیا کا امن بھی تہہ وبالا ہوکر رہ گیا، اِن کی مثال اُس بندر کی سی ہے جس کو ہلدی ہاتھ لگ گئی تو وہ پنساری بن بیٹھا۔

نبی علیہ السلام اپنی زندگی میں اپنی ذات پر گزرنے والی تکلیف اور تنقید کو درگزر فرماتے تھے، مگر اسلام کے خلاف کارروائی کا انتقام ضرور لیتے تھے، اب نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد نبی علیہ السلام کی ذات پر تنقید گویا اسلام پر تنقید ہوتی ہے اس لیے مسلمانوں پر اِس کا مناسب جواب دینا ضروری ہوتا ہے، لٰہذا مسلمان حکمرانوں کو چاہیے کہ اس موقع پر متعلقہ ممالک کے ساتھ سفارتی تعلقات فوری طور پر توڑ لیں اور اِن کا تجارتی مقاطعہ کریں۔

نیز مسلمانوں کے لیے اپنی عزتِ رفتہ واپس لانے کی صرف اور صرف ایک ہی صورت ہے کہ وہ اپنی بداعمالیوں سے سچی عملی توبہ کریں، کفار کی تقلید چھوڑ کر نبی آخرالزمان ﷺ کی پیروی کریں اور آپ کی ناموس کی خاطر ہر طرح کی قربانی دینے کے لیے تیار ہوجائیں اور دُنیا کو بتلادیں کہ نیو ورلڈ آرڈر یا عالمگیریت کا حق اگر کسی کو ہے تو وہ آخری نبی کی آخری اُمت کو ہے، گمراہ اور دُھتکاری ہوئی اقوام اِس اعزاز کی ہرگز ہرگز متحمل نہیں ہوسکتیں۔

سانحۂ ارتحال حضرت امیرالہندؒ

امیرالہند حضرت اقدس مولانا سید اسعد صاحب مدنی قدس سرہ العزیز گزشتہ ماہ ۷/محرم الحرام مطابق ۶/فروری کو مسلسل تین ماہ کی طویل بے ہوشی کے بعد دہلی کے ہسپتال میں انتقال فرماگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ .

حضرت مولانا شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے جانشین

تھے۔ آپ کی زندگی ہندوستان کے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے وقف تھی، آپ نے تمام زندگی مسلسل جدوجہد میں گزاری۔ آپ کے لیے یہ جملہ بھی ہر شخص کی زبان پر جاری تھا کہ ''خُلِقَ لِلسَّفَرِ'' یعنی آپ پیدا ہی سفر کے لیے کیے گئے تھے۔ آپ کی زندگی کے آخری پچاس برس کا اگر حساب کیا جائے تو بمشکل پانچ برس مجموعی طور پر آپ نے حضر کی حالت میں گزارے ہوں گے۔ آپ کی دینی، ملی، تہذیبی اور ثقافتی خدمات کے تزکرہ کے لیے بہت بڑا دفتر درکار ہے۔ آپ کی جدوجہد کا دائرۂ کار صرف ہندوستان تک ہی محدود نہ تھا بلکہ ایشیا، افریقہ، امریکہ اور یورپ کے مسلمان بھی آپ سے راہنمائی حاصل کرتے اور آپ کے مفید مشوروں کی روشنی میں اپنے معاملات طے کرتے۔ آپ کی وفات ایک خاندان کا نہیں بلکہ مسلمانوں کا مجموعی نقصان ہے۔ اس سے پیدا ہونے والا خلاء فی الفور پورا ہوتا نظر نہیں آتا۔

اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کو قبول فرما کر آخرت کے بلند ترین درجات عطاء فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا ہو۔ اہلِ اِدارہ ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں حضرت رحمہ اللہ کے لیے ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کرائی گئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

درسِ حدیث

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب (مہتمم جامعہ مدنیہ جدید) ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ کو بعد از نمازِ عصر شام 4:45 بمقام 537-A فیصل ٹاؤن نزد جناح ہسپتال مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔ (اِدارہ)

مولای صل وسلم دائما ابدا | درس حدیث | علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحب ؒ کے مجلس ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری ومقبول فرمائے۔(آمین)

کوفہ اہلِ علم کا مرکز ۔ اچھے ہم نشین کی طلب

﴿ تخریج وتزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

کیسٹ نمبر ۴۹ سائیڈ اے (۱۹۸۵۔۷۔۱۲)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین امابعد !

آقائے نامدار ﷺ نے اپنے بعد کچھ ہدایات دی ہیں، فرمایا: اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنِ مِنْ بَعْدِیْ مِنْ اَصْحَابِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ جو میرے صحابہ میں میرے بعد دو رہیں گے یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ اِن کی پیروی کرتے رہنا۔ فرمایا کہ اِھْتَدُوْا بِھَدْیِ عَمَّارٍ [1] عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اِن کی سیرت اختیار کرو۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے بہت تکالیف اُٹھائی تھیں۔ اُن کی والدہ کو شہید کر دیا گیا۔ یہ اُن لوگوں میں تھے جو بہت ضعیف سمجھے جاتے تھے، جنہیں تکلیف دینے پر کوئی حمایتی کھڑا نہیں ہوتا تھا، رسول اللہ ﷺ کو بہت محبوب تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ یہ سر سے پاؤں تک ایمان سے بھرے ہوئے ہیں، اور ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ تمہیں باغی جماعت قتل کرے گی۔ تو اِن کی شہادت صفین میں ہوئی ہے۔ یہ کوفہ گئے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے ہیں، بلکہ اِن کیلیے لوگوں کو لشکر میں آنے کے واسطے آمادہ کرتے رہے

---

[1] مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۵۷۸

ہیں، جمع کرتے رہے ہیں۔ لِیَسْتَنْفِرَ اِستنفار کے لیے، یعنی لوگوں کو فوج میں بلانے کے لیے کہ آؤ، نفیرِ عام کہہ لیں، نفیرِ خاص کہہ لیں۔ وہاں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ملے، حضرت ابو مسعود انصاریؓ ملے، اُن سے اُنہوں نے کہا کہ چلیں اِدھر، پھر وہاں خطبہ دیا، تقریر کی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ساتھ تھے، اِن کو منبر پر بٹھا دیا خود اُن سے نیچے کھڑے ہوئے اور ارشادات فرمائے، دعوت دی تو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا گیا اِهْتَدُوْا بِهَدْيِ عَمَّارٍ کہ عمارؓ کی سیرت اختیار کرو۔

حضرت عمارؓ کی شیطان سے حفاظت :

اِن کے بارے میں یہ بھی آیا ہے اَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطَانِ اللہ نے اِن کو شیطان کے شر سے پناہ میں رکھ رکھا ہے۔ اِن پر اُس کا کوئی اثر نہیں چلے گا۔

صالح ہم نشین کی دُعاء کرنا :

ایک حدیث میں آتا ہے خیثمہ ابن ابی سبرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں آیا۔ وہاں میں نے دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرے لیے نیک ترین رفاقت کا انتظام فرمادے، مجھے کسی صاحب سے جو بہت نیک ہوں ملادے، کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری دُعا قبول کی تو مجھے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملا دیا [۲] کہتے ہیں میں اُن کے پاس بیٹھ گیا اور میں نے اُن سے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ تو مجھے صالح ہم نشین عطا فرما۔ خیثمہ ابن ابی سبرۃؓ روایت کرتے ہیں کہ میرا یہ واقعہ اپنا ہے فَوُفِّقْتَ لِيْ تو میں نے یہ دُعا مانگی تھی اور خدا کی طرف سے ایسے اسباب ہوگئے کہ آپ مجھے میسر آ گئے۔ ہوسکتا تھا کہیں باہر سفر پر گئے ہوئے ہوتے نہ ہوتے، کبھی کوئی ملتا ہے کبھی کوئی نہیں ملتا، یہ بھی ہوتا ہے۔ اور مسجد بھی ایک نہیں تھی، مساجد کئی تھیں مدینہ منورہ میں۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہی ۹ مسجدیں تھیں وہاں۔ نہ ملاقات ہوسکتی کسی ایسے شخص سے جس سے میرا دل بھی ملے اور جس سے میں مستفید ہوسکوں، حدیثیں سن سکوں۔

کوفہ سے طلب علم کے لیے مدینہ منورہ آمد :

تو میں نے جب یہ بات کہی، تو پوچھنے لگے وہ کہ مِنْ أَيْنَ اَنْتَ تم کہاں سے آئے ہو ؟ کہنے لگے میں

---

[۲] مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۵۷۸

کوفہ کا رہنے والا ہوں۔ جِئْتُ اَلْتَمِسُ الْخَیْرَ وَاَطْلُبُہٗ میں آیا اس لیے ہوں کہ میں طالب علم ہوں، بھلائی میں تلاش کروں اور طلب کروں اُسے، مراد "علم" ہے۔ علوم حاصل کروں، حدیثیں سنوں۔ یہ مدینہ منورہ ہے، رسول اللہ ﷺ کے رہنے کی جگہ رہا ہے یہ، تو میں اِس لیے آیا ہوں۔

کوفہ .... اہل علم کا مرکز :

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے اَلَیْسَ فِیْکُمْ سَعْدُبْنُ مَالِکٍ مُّسْتَجَابُ الدَّعْوَۃِ حضرت سعد ابن مالک بھی تو ہیں، ابو وقاص اِن کی کنیت ہے۔ تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے دُعا کی تھی کہ اَللّٰھُمَّ اَجِبْ دَعْوَتَہٗ وَسَدِّدْ سَھْمَہٗ ان کی دُعا قبول فرما، اِن کا تیر سیدھا رکھ، یعنی نشانے پر لگے۔ تیر اِدھر اُدھر ہل جائے تو نشانہ خطا ہو جاتا ہے اور ایک جگہ آتا ہے کہ یہ بھی دُعا فرمائی آپ نے کہ اِذَا دَعَاکَ جب بھی یہ دُعا کریں تو اِن کی دُعا قبول فرما۔ تو سعد بن ابی وقاصؓ موجود ہیں، خود وہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی رشتہ داری ہے، رشتہ میں وہ ماموں ہوتے ہیں، بلکہ ایک دفعہ ایسے ہوا کہ وہ تشریف لائے تو آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو یہ میرے ماموں ہیں فَلْیُرِنِیْ اِمْرَأٌ خَالَہٗ کوئی آدمی اپنا ایسا ماموں دکھائے۔ تو والدہ کے رشتہ سے، رشتہ کے ماموں بنتے تھے یعنی سگے ماموں نہیں تھے۔ اگر رشتہ دیکھا جائے تو ماموں بنتے تھے۔ آقائے نامدار ﷺ کے بڑے مقرب اور اللہ کے یہاں اتنے محبوب کہ وہ عشرہ مبشرہ میں داخل ہو گئے۔ یعنی اُن حضرات میں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے یقین دلایا ہے کہ یہ جنتی ہیں اُن میں سے ایک ہیں وہ۔

تو اصل میں تو کوفہ بہت بڑا مرکز بن چکا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں۔ اور یہ بات غالبًا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور کی ہے۔ کیونکہ اِس میں جو اور نام آرہے ہیں اُن کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے وفات ہو چکی تھی تو معلوم ہوتا ہے اُس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا لیکن اُس زمانے میں بھی کوفہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چونکہ بہت بڑی چھاؤنی بنا دیا تھا، بہت بڑے علاقے جیسے آزر بائیجان وغیرہ کے لیے، تو اُس میں صحابہ کرامؓ بھی تھے جو سردار تھے اور تابعینؒ تو بہت تھے۔ جو صحابہ کرامؓ کے ساتھ رہ لے وہ تابعی ہے، تو وہ تو سب ہی تھے تابعینؒ۔ تو صحابہ کرامؓ اور اُن کی اولاد جنہوں نے عراق فتح کیا اُن کے لیے آپ نے فرمایا کہ تم ایسی آب وہوا کی جگہ چن لو، جو یہاں کی آب وہوا کے قریب قریب ہو۔ تو اُنہوں نے اس علاقہ کو چنا

ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے لیے تَخْطِیْطْ کردی تھی الاٹمنٹ کردی تھی کہ یہ یہ پلاٹ ہیں اس طرح سے۔تو یہ ایک بہت بڑا مرکز بن گیا، اب اس میں مجاہدین اور اُن کے سردار رہتے تھے، اُن کی اولاد، خاندان رہتا تھا۔ان کے ساتھ غلام بھی رہتے تھے۔غلاموں میں ہر طرح کے تھے، یہ ایرانی بھی تھے فسادی بھی تھے۔تو اُس دَور میں بھی ضرورت پڑی اِس چیز کی کہ کوئی بہت بڑا عالم آئے یہاں پر جو پڑھائے کہیں یہ نہ ہو کہ جو اگلی نسلیں ہیں یہ علم سے ناواقف رہ جائیں۔

حضرت ابن مسعودؓ کی کوفہ میں آمد :

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو وہاں بھیج دیا اور یہ لکھا اُنہیں اٰثَرْتُکُمْ بِعَبْدِ اللّٰہِ عَلٰی نَفْسِیْ میں نے عبداللہ بن مسعودؓ کو تمہارے پاس بھیج کر اپنے اُوپر تمہیں ترجیح دی ہے۔یعنی میں بھیجنا نہیں چاہتا تھا، میں چاہتا تھا میرے پاس رہیں مسائل کے حل کے لیے گویا۔لیکن یہ کہ تمہاری اہمیت بھی سامنے ہے تو اس لیے میں عبداللہ ابن مسعودؓ کو بھیج رہا ہوں جو بہت بڑے آدمی ہیں علمی اعتبار سے۔تو یہ (ابو ہریرہؓ) کہتے ہیں کہ وہاں وہ بھی تو ہیں، حضرت سعد ابن مالکؓ جو مستجاب الدعا ہیں۔

نبی علیہ السلام کے خاص خادم .... ابن مسعودؓ :

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت قریب رہے ہیں۔بہت خدمت کی ہے، اتنی خدمت اور وہ خدمت کی ہے جس میں آدمی غفلت کر ہی نہیں سکتا۔اگر کوئی آدمی کسی بزرگ کے جوتے اُٹھالے اور پھر جوتے اُٹھا کر کہیں رکھے یا جوتے لے کر غائب ہی ہوجائے کہ ابھی آتا ہوں میں۔اور اِس دوران اُس بزرگ کو جوتے پہننے کی ضرورت پڑ جائے تو اُسے بڑی تکلیف ہوگی اور بجائے اس کے کہ راحت پہنچے اُسے گویا کوفت ہوگی اور تکلیف ہوگی۔اِس سے تو بہتر تھا کہ یہیں پڑے رہنے دیتا نہ اُٹھاتا۔وہ خود اپنے جوتے اُٹھالیتا۔

اسی طرح سے کوئی پتا نہیں ہوتا کہ پانی کی کب ضرورت پڑ جائے، کب جی چاہ جائے، وضو کی ضرورت پڑجائے، پینے کے پانی کی ضرورت پڑجائے۔تو اب حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اتنے حاضر باش تھے کہ صَاحِبُ طَھُوْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ نَعْلَیْہِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے مبارک اِن کے پاس رہتے تھے اور پانی پاس رہتا تھا، پینے کی ضرورت ہو تو وضو کی ضرورت ہو تو پیش کرتے تھے پانی۔اور

ایک حدیث میں آتا ہے وَوِسَادَةٍ تکیہ بھی رکھتے تھے۔ ممکن ہے کہیں ضرورت ہو استراحت کی تو لیٹ سکیں یا ٹیک لگانے کی ضرورت ہو تو ٹیک لگا سکیں۔ یہ کام وہ ہیں جو بڑا سمجھدار اور بہت حاضر رہنے والا آدمی کر سکتا ہے، اگر حاضر نہ رہے گا تو بجائے باعثِ راحت بننے کے باعثِ تکلیف ہوگا۔ پھر وہ کہنے لگے تمہارے پاس کوفہ میں حذیفہ ابن یمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت حذیفہؓ کوفہ میں :

اب حضرت حذیفہؓ جو تھے اُن سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عجیب قسم کا نرالہ تعلق تھا۔ وہ یہ کہ حضرت حذیفہؓ جو باتیں پوچھتے تھے اُن میں ایسی باتیں بھی ہوتی تھیں کہ جو راز میں رکھی جائیں، نہ بتائی جائیں کسی کو، ظاہر ہی نہ کی جائیں۔ مثال کے طور پر آگے پیش آنے والے واقعات میں جو کوئی خرابی کی چیز پیش آنے والی ہے۔ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں میں وہ پوچھا کرتا تھا کہ یہ کیا ہے؟ یہ کیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ مجھے بتا دیتے تھے۔ اور سب جانتے تھے کہ یہ یہ پوچھتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ اِن ہی کو بتاتے ہیں اور یہ آگے کسی کو نہیں بتاتے۔ تو جو اپنے ہی پاس تک بات رکھے اور آگے نہ بتائے تو وہ تو کہلاتا ہے راز دار، محفوظ رکھنے والا راز کو، تو اِن کو کہتے تھے وہ کہ "صاحبِ سرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" یہ ﷺ کے اسرار جانتے ہیں۔ خفیہ باتیں جو آپ نے اِن کو بتا رکھی تھیں۔ تو تمہارے پاس حذیفہ ابن یمانؓ بھی ہیں کوفہ میں جو "صاحبِ سرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حضرت عمارؓ کوفہ میں :

اور تمہارے پاس عمار بن یاسرؓ بھی ہیں، وہ بھی جہادوں میں شرکت کرتے رہے ہیں، بعد میں مجاہد رہے ہیں آخر حیات تک حتّٰی کہ میدان ہی میں شہادت بھی ہوئی ہے، اور ۹۰ سال سے زیادہ عمر تھی، صحت اچھی تھی اللہ کی طرف سے۔ تو وَعَمَّارُ الَّذِیْ اَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّیْطَانِ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تمہارے پاس حضرت عمار بن یاسرؓ بھی ہیں جن کو جناب رسول اللہ ﷺ کی زبانی ہمیں بتلایا ہے اللہ نے کہ اُن کو شیطان سے بچا لیا ہے، شیطان کا کوئی حربہ اُن پر نہیں چلتا۔

حضرت سلمان فارسیؓ کوفہ میں :

اور پھر کہنے لگے کہ سلمانؓ بھی تمہارے ہی پاس ہیں یعنی کوفہ میں۔ صاحب الکتابین یعنی انجیل

والقرآن یہ دوطرح کے علوم جانتے ہیں۔انہوں نے انجیل بھی پڑھی ہے،انہوں نے قرآن پاک بھی پڑھا ہے۔ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بڑی عمر کے تھے اور وہ پڑھتے رہے ہیں، دین کی طلب پہلے سے ذہن میں سمائی ہوئی تھی، اُس طلب میں نکلتے رہے،سفر کرتے رہے حتّٰی کہ ایک جگہ کچھ عربوں نے اغوا کرلیا جیسے یہ علاقے ہیں آزادعلاقے اِن میں کسی آدمی کو پکڑلیا جائے اور بیچ دیا جائے تو یہ تو مسلمان تھے۔وہ کفر کا زمانہ تھا، جس کا جہاں بس چلتا تھا بیچ دیتا تھا۔ بہت زیادہ کرتے تھے وہ یہ حرکت،تو اِدھر پکڑا، پکڑ کر بیچ دیا، غلام بنالیا، پھر دس سے زیادہ مالکوں کے ہاتھوں بکتے بکتے یہ مدینہ منورہ پہنچے۔

یہ وہ دَور تھا جب جناب رسول اللہ ﷺ ہجرت کرکے تشریف لائے تھے۔ پھر آپ نے اُن کو آزاد کرایا۔تو جناب رسول اللہ ﷺ اِن کو وقعت دیتے تھے، وزن دیتے تھے، ان سے رائے لیتے تھے۔غزوۂ خندق جو ہوا ہے، خندق جو کھودی گئی ہے اور اِس طرز پر جو لڑائی لڑی گئی ہے، یہ نیا طرز تھا عرب میں، اِس کا رواج نہیں تھا۔ یہ اُنہوں نے اپنے یہاں کے دور کی بات بتائی، عمر بھی کافی تھی، جب مسلمان ہوئے ہیں تو کم از کم ڈھائی سو سال عمر تھی، اللہ تعالیٰ نے انہیں عمر بھی دی تھی، وہ بھی کوفہ ہی میں رہتے تھے۔ تو یہ (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ کوفہ میں ایسے بڑے بڑے لوگ موجود ہیں تو تم کو طلب علم کے لیے اِدھر آنے کی ضرورت نہیں تھی، وہاں خود بہت بڑے بڑے لوگ موجود ہیں۔

آقائے نامدار ﷺ نے جو حدیث میں نے شروع کی تھی اِس میں فرمایا ہے کہ اِهْتَدَوْا بِهَدْيِ عَمَّارٍ عمار بن یاسرؓ کی جو سیرت ہے پاک باطنی ہے اُس کی تم پیروی کرو وَتَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ اُمِّ عَبْدٍ اور جو ابن اُم عبد یعنی عبداللہ ابن مسعودؓ جو نصیحت کریں اُس نصیحت کو تم مضبوطی سے پکڑو، اُس پر قائم رہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت میں اُن کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین۔ اختتامی دعا...............

سلسلہ نمبر۲۱

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

یزید حاکم تھا خلیفۂ راشد نہ تھا

۷۸۶

محترم ومکرم .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا پہلا خط جب ملا تھا تو میں نے اُس کا جواب مسجد اقصٰی کے پتہ پر دیا تھا کہ یہ سوالات مختصر ہیں۔ ایک ہی سوال ہو مگر ذرا مفصل ہونا چاہیے، جب آپ کی آنکھوں کی تکلیف جاتی رہے تو لکھیے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ کارڈ آپ کو نہیں مِلا۔

آپ نے دریافت کیا ہے کہ بعض لوگ حضرت سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو صحابی نہیں تسلیم کرتے تو آپ کا پہلا سوال یہ ہے کہ :

(۱) معیارِ صحابیت کیا ہے؟ حضراتِ حسنینؓ کی صحابیت سے انکار کرنے والے لوگ کس گروہ کے ہیں؟

جواب : (الف) امام بخاریؒ صحابی کی تعریف بیان فرماتے ہیں :

وَمَنْ صَحِبَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ رَاٰہُ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَھُوَ مِنْ اَصْحَابِہٖ. (بخاری شریف ج ۱ ص ۵۱۵)

''جو مسلمان رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہ لیا ہو یا اُس نے آپ کی زیارت کی ہو وہ آپ کا صحابی ہے''۔

ساتھ رہنا تو نابینا کے لیے ہے۔ اور دوسرا تو دیکھے گا بھی۔ لیکن دیکھنا نزدیک سے بھی ہو سکتا ہے اور دُور سے بھی جیسے حجۃ الوداع کے موقع پر ایسے بہت سے حضرات ہوں گے جنہوں نے آپ کو دُور سے ہی دیکھا ہوگا۔ وہ بھی مشرف بزیارت وصحبت شمار ہوں گے، انہیں صحابی ہی کہا جائے گا۔

بخاری شریف کے موجودہ مروجہ نسخوں کا حاشیہ بھی اِس کی وضاحت کے لیے مفید ہے۔ (حاشیہ ۴ ص ۵۱۵ دیکھ لیجیے)

حضرات حَسَنَیْن رضی اللہ عنہما اس معنی میں بلاشک صحابی ہیں۔

(ب) حضرات حسنین رضی اللہ عنہما ایسے صحابی ہیں کہ اُنہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی روایات بھی یاد رکھی ہیں۔

امام بخاریؒ نے یہ بحث بھی فرمائی ہے کہ چھوٹی عمر کے بچہ کا جناب رسول اللہ ﷺ سے سننا کب درست قرار دیا جائے گا اور کب نہیں؟ اِس مسئلہ کو بیان کرنے کے لیے اُنہوں نے کتاب العلم میں یہ باب ترتیب دیا ہے " بَابُ مَتٰی یَصِحُّ سِمَاعُ الصَّغِیْرِ " اس باب میں اُنہوں نے ایک چھوٹی عمر کے صحابی حضرت محمود بن الربیع رضی اللہ عنہما کی روایت پیش فرمائی ہے۔

"عَقَلْتُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَجَّۃً مَجَّھَا فِیْ وَجْھِیْ وَاَنَا ابْنُ خَمْسَ سِنِیْنَ مِنْ دَلْوٍ. (بخاری شریف ص ۱۷)

"کہ مجھے یہ یاد ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ڈول میں سے اپنے دہن مبارک میں پانی لے کر میرے چہرہ پر ڈالا اور میں پانچ سال کا تھا"۔

اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت ساڑھے چھ سال سے زیادہ تھی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عمر سوا سات سال تھی۔

ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں :

وُلِدَ الْحَسَنُ سَنَۃَ ثَلَاثٍ مِّنَ الْھِجْرَۃِ فِی النِّصْفِ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ ھٰذَا اَصَحُّ مَا قِیْلَ فِیْہِ. وَوُلِدَ الْحُسَیْنُ لِخَمْسٍ خَلَوْنَ مِنْ شَعْبَانَ سَنَۃَ اَرْبَعٍ مِّنَ الْھِجْرَۃِ.

(منھاج النسۃ ج۲ ص ۲۵۰.۲۵۱)

''حضرت حسن رضی اللہ عنہ ۳ھ ہجری میں نصف رمضان کو تولد ہوئے۔ اس بارے میں یہ سب سے صحیح قول ہے۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش ۱۵/ شعبان ۴ھ ہجری میں ہوئی''۔

یہ دونوں حضرات محمود بن الربیع رضی اللہ عنہ سے زیادہ بڑے تھے۔

(ج) دونوں حضرات کی روایات سب محدثین نے تسلیم کی ہیں۔ چھوٹے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں :

وَقَدْ حَفِظَ الْحُسَیْنُ اَیْضًا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَرَوٰی عَنْہُ.

(الاصابہ ص۳۳۱ ج۱)

''حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی جناب رسول اللہ ﷺ سے روایات یاد رکھی ہیں اور روایات آگے (شاگردوں کو) پہنچائی ہیں''۔

اور حافظ ابن عبدالبر استیعاب میں تحریر فرماتے ہیں :

رَوَی الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَوْلَہٗ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْہِ.

''حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے جناب رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد روایت فرمایا ہے کہ مسلمان کے اسلام کی خوبی (اور سچائی و پختگی) کی یہ بات ہے کہ وہ بے فائدہ بات چھوڑ دے''۔

اس کے علاوہ ابن عبدالبرؒ نے اور روایات بھی دی ہیں۔ (الاستیعاب ص۳۸۲ ج۱)

حافظ ابن حجرؒ نے اسماء الرجال کی عظیم الشان کتاب تہذیب التہذیب میں جو چھوٹے بھائی کے بارے میں لکھا ہے، وہ یہ ہے :

اَلْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبِ الْھَاشِمِیُّ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ الْمَدَنِیُّ سِبْطُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَرَیْحَانَتُہٗ مِنَ الدُّنْیَا وَاَحَدُ سَیِّدَیْ شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ . (روی عن جدہ وابیہ وامہ وخالہ ھند بن ابی ھالۃ وعمر بن

الخطاب. وعنه اخوه الحسن وبنوه علی وزید وسکینة وفاطمة وابن ابنه ابوجعفر الباقر والشعبی وعکرمة وکرز التیمی وسنان بن ابی سنان الدؤلی وعبد الله بن عمرو بن عثمان والفرزدق وجماعة.(تهذیب التهذیب ج ۲ ص ۳۴۵)

''حسین بن علی بن ابی طالب الہاشمی ابوعبداللہ (کنیت) المدنی جناب رسول اللہ ﷺ کے نواسے اور دُنیا میں آپ کی خوشبو اور جنت کے جوانوں کے دو سرداروں میں سے ایک۔ (اُنہوں نے اپنے نانا والد والدہ ماموں ہند بن ابی ہالہ اور حضرت عمر بن الخطاب سے روایات سنی ہیں۔ اور ان سے ان کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد علی، زید، سکینہ، فاطمہ اور اُن کے پوتے ابوجعفر باقر اور شعبی، عکرمہ، کرز تیمی اور سنان بنی ابی سنان الدؤلی اور عبداللہ بن عمرو بن عثمان اور فرزدق اور اور حضرات نے روایات سنی ہیں''۔ (تہذیب التہذیب ج۲ ص۳۴۵)

سیدنا حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے سب سے زیادہ حدیثیں یکجا کر کے مسند احمد میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے دی ہیں، ملاحظہ ہو مسند احمد ص۱۹۹ تا ۲۰۱ ج۱)

امام احمد امام اہلِ سنت ہیں اور حدیث میں ان کا درجہ بالاتفاق بلند ترین تسلیم کیا گیا ہے، اسی طرح ان کی کتاب مسند احمد حدیث پاک کی مسلمہ عظیم ترین کتابوں میں چلی آرہی ہے، آئمہ حدیث ان کے شاگرد ہیں۔ سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ ان کے متبعین میں ہیں اور امام بخاریؒ جیسے ان کے شاگرد ہیں۔ ابن تیمیہؒ نے منہاج السنۃ میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی حدیث دی ہے۔

وَفِیْ مُسْنَدِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ وَابْنِ مَاجَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْحُسَیْنِ عَنْ اَبِیْهَا الْحُسَیْنِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ یُّصَابُ بِمُصِیْبَةٍ فَیَذْکُرُ مُصِیْبَتَهٗ وَاِنْ قَدُمَتْ فَیُحْدِثُ لَهَا اِسْتِرْجَاعًا اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اَجْرِهٖ یَوْمَ اُصِیْبَ بِهَا. (منهاج السنة ص ۲۴۷ ج۲)

''مسند امام احمد اور ابن ماجہ میں ہے، حضرت فاطمہ بنت الحسین اپنے والد حضرت حسینؓ سے

اور وہ جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''جو مسلمان کسی مصیبت میں مبتلا ہوا ہو اُس کو یہ مصیبت یاد آئے چاہے (وہ پرانی ہو چکی ہو) اُسے کافی زمانہ گزر چکا ہو تو وہ نئے سرے سے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسا اجر عنایت فرماتے ہیں جیسا اس دن عطا کیا ہوگا جس دن یہ مصیبت آئی ہوگی''۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

''حضرت حسین اور اُن کی صاحبزادی (جو کہ اُن کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھیں) کی یہ حدیث ایک آیت (نشانی) ہے۔ کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مصیبت ایسی ہے جسے یاد کیا جاتا ہے۔ اگرچہ کتنا ہی زمانہ گزر چکا ہے، تو ایک مسلمان کے لیے یہ بتلایا گیا ہے کہ وہ اُس وقت اِنَّا لِلّٰہِ پڑھے''۔ (منہاج السنۃ ص ٢٤٧ ج ٢)

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ روایات کے بارے میں بہت متشدد شمار ہوئے ہیں اس لیے میں نے ان کا حوالہ پیش کیا ہے۔

غرض تمام محدثین نے وہ روایات جو سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنی اور بعد میں سنائی ہیں تسلیم کی ہیں۔ ان کے صحابی ہونے کے بارے میں کسی کو کوئی اشکال نہیں ہے۔ میں نے آپ کی تشفی کے لیے صحابی کی تعریف، صحابی کا روایت سننے کا معیار، بخاری شریف سے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی روایات معتبر ترین کتابوں سے بالاختصار نقل کردی ہیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے تو اور بھی زیادہ روایات وارِد ہیں۔

جو شخص ان مذکورہ باتوں کو نہ مانے وہ غلطی پر ہے، اگر اُس کے صحابی نہ ماننے کی وجہ یہ ہے کہ اُسے علم نہیں ہے تو اُسے علماء کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اگر اُس کے دل میں کسی قسم کی ضد یا عناد ہے تو اُسے توبہ کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس قسم کی باتیں خوارج کی ہیں اور وہ اہل اہواء میں شمار ہوئے ہیں۔

(٢) آپ نے دریافت کیا ہے :

''پوری ملت اسلامیہ کا اجماع ہے کہ خلافت راشدہ کی مدت تیس سال ہے اور حضرت علی کرم

اللہ وجہہٗ خلیفۂ چہارم ہیں۔ جو لوگ ان کو خلیفۂ چہارم اور خلیفۂ راشد نہیں مانتے اور اُن پر الزام تراشی اور طعن کرتے ہیں، قرآن وسنت کی روشنی میں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟''

جواب : حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ کی کفالت ہی میں پلے اور بڑھے ہیں اور ساری عمر جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی رہے ہیں، وہ اہل بیت میں ہیں، وہ مہاجر ہیں، عشرۂ مبشرہ میں ہیں، اہل بدر میں ہیں، اہل بیعت رضوان میں ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن حضرات کو اپنے بعد خلیفہ ہونے کا اہل قرار دیا اور خلیفہ کا انتخاب کرنے کا اختیار دیا ان میں کے ایک ہیں۔ اُن حضرات میں سے کوئی بھی خلیفہ ہوسکتا تھا، ہر ایک خلافت کا اہل تھا۔ اُنہوں نے ان حضرات کو منتخب کر کے انہیں انتخاب کا حق دینے کی وجہ یہ بتلائی۔

مَا اَحَدٌ اَحَقُّ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْ هٰؤُلَآءِ النَّفَرِ اَوِ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ فَسَمّٰى عَلِيًّا وَّعُثْمَانَ (الحديث)

(بخاری شریف ص ۵۲۴ ج۱)

''اس معاملہ کے لیے ان لوگوں سے زیادہ کوئی بھی حق نہیں رکھتا کہ جن سے جناب رسول اللہ ﷺ دُنیا سے خوش رُخصت ہوئے۔ پھر آپ نے نام لیے کہ علی اور عثمان (وغیرهما) الٰی آخر الحديث''.

قرآن کریم میں مہاجرین اہل بدر اور اہل بیعت رضوان کی تعریف جابجا آئی ہے۔ ان میں حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ داخل ہیں۔ یہ تو قرآن پاک سے اِن کی فضیلت ثابت ہوئی اور احادیث میں اُن حضرات کی جو عشرۂ مبشرہ ہیں تعریف آئی ہے۔ یہ تو عشرۂ مبشرہ کی بات ہے۔ ابن تیمیہ ؒ تو کہتے ہیں کہ اہل بیعت رضوان بھی سب کے سب جنتی ہیں۔

وَهٰؤُلَآءِ لَا يَدْخُلُ النَّارَ مِنْهُمْ اَحَدٌ كَمَا ثَبَتَ ذٰلِكَ فِي الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ.

(منهاج السنة ص ۲۶۰ ج۲)

''اور یہ حضرات، ان میں سے کوئی بھی آگ میں نہ جائے گا جیسے کہ یہ بات حدیث صحیح میں ثابت ہے''۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بالا جماع منعقد مانی ہے، اور فرماتے ہیں :

''علاوہ اس کے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی خلافت محققین کے نزدیک نص سے ثابت ہے۔'' (ترجمہ فتاویٰ عزیزی جلداول ص۲۰۳ مطبع مجیدی کانپور)

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ اکابر دیوبند کے مقتدا ہیں، اکابر دیوبند کا یہی مؤقف چلا آرہا ہے، آپ ایسے مسائل میں حضرت شاہ صاحب کی تحریرات کا مطالعہ ضرور فرمالیا کریں، وہ شیعیت اور خارجیت سے پاک مسلکِ اعتدال پر چلتے ہیں۔ اگر کوئی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو برا کہتا ہے یا کوئی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو برا کہتا ہے تو وہ بدعتی ہے اور فاسق ہے (دیکھئے فتاویٰ عزیزی ص۲۰۵ ج۱ مطبوعہ مطبع مجیدی کانپور) اسی مقام پر حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ علماء متاخرین نے ایسے شخص پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔

یہ باتیں وہ ہیں جو خوارج کی رہی ہیں، ہر مسلمان کو اِن سے بچنا ضروری ہے۔

(۳) آپ نے تیسرا سوال یہ لکھا ہے : یزید کے ہاتھ پر بعض صحابۂ کرام کی بیعت کے متعلق ایک گروہ اس کے خلیفۂ راشد اور امیر المؤمنین کہنے پر مصر ہے، کیا صحابۂ کرام کی بیعت ثابت ہے؟

جواب : اس کے جواب کے لیے کچھ باتیں بعد میں عرض کروں گا۔ ویسے ظاہر ہے کہ وہ دور صحابۂ کرام کا تھا اور شام میں بھی صحابۂ کرام حیات تھے تو شام کے حضراتِ صحابہ نے اُسے امیر مانا ہوگا اور بیعت کی ہوگی۔ لیکن اہل مدینہ نے بیعت کی اور توڑ دی جس کی وجہ یہ ہوئی کہ اُنہوں نے ایک وفد شام بھیجا اُس وفد نے آکر جو حال بتلایا اُس سے اہل مدینہ یزید سے بہت بدظن ہوگئے، اُنہوں نے بنواُمیہ کے گورنر کو اور دوسرے لوگوں کو سب کو مدینہ شریف سے نکال دیا۔

اہل مدینہ میں اعیانِ صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیعت کی تھی اور بعد میں بھی نہیں توڑی اور اہل مدینہ کو بھی یہی مشورہ دیتے رہے کہ وہ بیعت نہ توڑیں کیونکہ وہ خود تو کافی عرصہ سے حکام کی نظروں میں آچکے تھے جس کی وجہ ایک واقعہ ہے جو اُن کے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان گزرا تھا، جس کی تفصیل عرض کرتا ہوں اور اس گفتگو کا پس منظر بھی جو آگے بحوالۂ بخاری شریف آنے والی ہے۔

بات یہ تھی کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بات دیکھ کر طے

کیا تھا کہ ہم سب جہاد میں بھر پور حصہ لیں گے۔ اُنہوں نے پوری مملکت شام اور اس سے آگے ترکی کا علاقہ بھی فتح کیا اس لیے بنواُمیہ کا خیال یہ ہو گیا تھا کہ حکومت ہم زیادہ بہتر طرح کر سکتے ہیں۔ وہ خود کو اِس کا مستحق سمجھنے لگے تھے اور اس کا اظہار بھی کرتے تھے۔

ایک مرتبہ سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ شریف تشریف لائے تو اُنہوں نے بھی تنہائی میں ایسے ہی خیالات کا اظہار فرمایا تھا۔ بخاری شریف میں ہے :

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی حَفْصَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا وَنَوْسَاتُھَا تَنْطِفُ قُلْتُ قَدْ کَانَ مِنْ اَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَیْنَ فَلَمْ یُجْعَلْ لِّیْ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ فَقَالَتْ اِلْحَقْ فَاِنَّھُمْ یَنْتَظِرُوْنَکَ وَاَخْشٰی اَنْ یَّکُوْنَ فِی احْتِبَاسِکَ عَنْھُمْ فُرْقَةٌ فَلَمْ تَدَعْهُ حَتّٰی ذَھَبَ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعٰوِیَةُ قَالَ مَنْ کَانَ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَکَلَّمَ فِیْ ھٰذَا الْاَمْرِ فَلْیُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهٗ فَلَنَحْنُ اَحَقُّ مِنْهُ وَمِنْ اَبِیْهِ قَالَ حَبِیْبُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَھَلَّا اَجَبْتَهٗ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ فَحَلَّلْتُ حَبْوَتِیْ وَھَمَمْتُ اَنْ اَقُوْلَ اَحَقُّ بِھٰذَا الْاَمْرِ مِنْکَ مَنْ قَاتَلَکَ وَاَبَاکَ عَلَی الْاِسْلَامِ فَخَشِیْتُ اَنْ اَقُوْلَ کَلِمَةً تُفَرِّقُ بَیْنَ الْجَمِیْعِ وَتَسْفِکُ الدَّمَ وَیُحْمَلُ عَنِّیْ غَیْرُ ذٰلِکَ فَذَکَرْتُ مَا اَعَدَّ اللّٰہُ فِی الْجَنَانِ قَالَ حَبِیْبٌ حَفِظْتَ وَعَصَمْتَ. (بخاری شریف ص ۵۹۰ ج۲ باب غزوۃ الخندق)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میں حضرت حفصہ (اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا) کے پاس گیا، وہ سر دھو کر فارغ ہوئی تھیں، اُن کی لٹوں سے پانی ٹپک رہا تھا، میں نے کہا لوگوں کا معاملہ جو ہوا وہ آپ نے دیکھ ہی لیا ہے مجھے کوئی کام تفویض نہیں کیا گیا۔ وہ فرمانے لگیں کہ تم وہیں جاؤ وہ تمہارے انتظار میں ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ تم اگر اُن کے پاس جانے سے رُکے رہے تو لوگوں میں افتراق پیدا ہوگا، اُنہوں نے (ان پر اتنا اصرار فرمایا کہ) اِنہیں وہاں بھیج کر ہی چھوڑا۔

جب لوگ اِدھر اُدھر ہو گئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطاب فرمایا اور فرمایا کہ جو کوئی

اس کام میں (کارِحکومت میں) بات کرنی چاہتا ہے تو وہ ہمارے سامنے اپنا سینگ نکالے (سر اٹھائے) یقیناً ہم اُس سے اور اُس کے باپ سے زیادہ حق دار ہیں، اس پر حبیب بن مسلمہ نے پوچھا کہ پھر آپ نے انہیں اس کا جواب کیوں نہیں دیا؟ فرمانے لگے کہ میں نے اپنی کمر کا بند کھولا اور اِرادہ کیا کہ اِن سے یہ کہوں کہ اس کام کا زیادہ حق دار تم سے وہ ہے کہ جس نے تم سے اور تمہارے والد سے اسلام کے لیے جہاد کیا تھا (لیکن بہن سے باتوں کے بعد) مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میری زبان سے ایسی بات نہ نکل جائے جو جمع شدہ مسلمانوں میں تفریق پیدا کردے اور خونریزی ہو اور جو میں کہوں وہ بات تو رہ جائے اور دوسری باتیں میری طرف منسوب ہو جائیں۔ اس پر میں نے یاد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے صبر و ایثار کرنے والوں کے ساتھ جو جنتوں میں وعدہ فرما رکھا ہے۔ حضرت حبیب نے فرمایا کہ آپ بچ گئے اور (ہر طرح) محفوظ رہے''۔ (بخاری شریف باب غزوۃ الخندق)

جب انہیں مشیر بھی نہ بنایا گیا اور بہن اُم المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی رائے بھی ایسی ہی دیکھی کہ یکسو رہنا ہی بہتر ہے۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہمیشہ کے لیے سیاست و امارت اور مشاورت امیر وغیرہ سے دستبردار ہوگئے، ان کے بعد کے حالاتِ زندگی یہی بتلاتے ہیں۔ ادھر عام بنو اُمیہ کا یہ رجحان بڑھتا ہی گیا، اور بعض اوقات تو اِس نے بہت بدنما شکل بھی اختیار کرلی کیونکہ حکام بنو اُمیہ نے سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد یزید کے لیے جانشینی کی فضا ہموار کرنی شروع کردی تھی یہ اہل مدینہ کو پسند نہ تھا نہ وہ اِس کارروائی کو پسند کرتے تھے نہ یزید کو چاہتے تھے، مثلاً حدیث شریف میں آتا ہے :

كَانَ مَرْوَانُ عَلَى الْحِجَازِ اِسْتَعْمَلَهُ مُعٰوِيَةُ فَخَطَبَ فَجَعَلَ يَذْكُرُ يَزِيْدَبْنَ مُعٰوِيَةَ لِكَىْ يُّبَايِعَ لَهُ بَعْدَ اَبِيْهِ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِىْ بَكْرٍ شَيْئًا فَقَالَ خُذُوْهُ فَدَخَلَ بَيْتَ عَائِشَةَ فَلَمْ يَقْدِرُوْا (بخاری شریف ص۷۱۵ ج۲ تفسیر سورة الاحقاف)

''مروان حجاز پر حاکم تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُسے وہاں کا عامل مقرر فرما دیا تھا، اُس نے خطبہ دیا تو یزید بن معاویہ کا ذکر کرنے لگا تاکہ اُس کے والد کے بعد اس سے بیعت

کرلی جائے، اِس پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے اس سے کچھ فرمایا تو اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ اِسے پکڑو۔ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں چلے گئے، یہ لوگ نہ پکڑ سکے''۔

اس کے علاوہ بھی اس نے بدزبانی کی، جو بخاری شریف کی اسی روایت میں ہے۔ غرض آل صدیق اکبرؓ اور آل عمر فاروقؓ کے ساتھ ان لوگوں کا یہ رویہ تھا، یہ حالات حضرت ابن عمرؓ کے سامنے تھے اور جیسا کہ گزر چکا ہے وہ پہلے سے ہی نظروں میں آچکے تھے اس لیے اِن کا بیعت نہ ہونا مشکل تھا، سوائے اس کے کہ وہ بھی کہیں اور چلے جاتے اور چھپ جاتے۔ ایسا اُنہوں نے نہیں کیا۔

ان حالات میں آپ ہی بتائیں کہ صحابۂ کرام کا یزید کی امارت پر بیعت کرنا کیا اُس کے شرف کی وجہ سے ہے یا اُس کے فتنہ سے بچنے کے لیے ہے؟

اہل مدینہ کے قلوب میں یزید سے محبت نہ تھی اور اطلاعات ملنے کے بعد شدید نفرت پیدا ہوگئی۔ اُنہوں نے بیعت فسخ کردی، اُس کے نائب اور اہل خاندان کو مدینہ پاک سے نکال دیا۔

ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں :

وَاَمَّا مَافَعَلَہٗ بِاَھْلِ الْحَرَّۃِ فَاِنَّھُمْ لَمَّا خَلَعُوْہُ وَاَخْرَجُوْا نُوَّابَہٗ وَعَشِیْرَتَہٗ اَرْسَلَ اِلَیْھِمْ مَرَّۃً بَعْدَ مَرَّۃٍ یَطْلُبُ الطَّاعَۃَ فَامْتَنَعُوْا فَاَرْسَلَ اِلَیْھِمْ مُسْلِمَ بْنَ عُقْبَۃَ الْمُرِّیَّ وَاَمَرَہٗ اِذَا ظَھَرَ عَلَیْھِمْ اَنْ یُّبِیْحَ الْمَدِیْنَۃَ ثَلَا ثَۃَ اَیَّامٍ وَّھٰذَا ھُوَ الَّذِیْ عَظُمَ اِنْکَارُ النَّاسِ لَہٗ مِنْ فِعْلِ یَزِیْدَ وَلِھٰذَا قِیْلَ لِاَحْمَدَ اَنَکْتُبُ الْحَدِیْثَ عَنْ یَزِیْدَ قَالَ لَا وَلَاکَرَامَۃَ اَوَ لَیْسَ ھُوَ الَّذِیْ فَعَلَ بِاَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ مَا فَعَلَ !

(منہاج السنۃ ص ۲۵۳ ج۲)

''رہا وہ جو اُس نے اہل حرہ کے ساتھ کیا تو جب اہل مدینہ نے اسے حاکم ماننے کی بیعت فسخ کردی اور اُس کے نائبوں اور اہل خاندان کو مدینہ شریف سے نکال دیا تو اُس نے بار بار اِن کے پاس پیغام بھیجے کہ وہ اِس کی طاعت قبول کریں اور وہ اِس کی بات ماننے سے رُکے رہے۔ تو اس نے ان کے پاس مسلم بن عقبہ مرّی کو سالار جیش بنا کر روانہ کیا اور اسے یہ حکم

دیا کہ جب وہ اہل مدینہ پر غلبہ پالے تو مدینہ شریف کو تین دن قتل و غارتگری کے لیے اپنے لشکر والوں کے لیے مباح کردے۔ اور یہی یزید کی وہ حرکت ہے جس پر لوگوں کو عظیم اعتراض رہا ہے۔ اسی لیے جب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ہم یزید کی حدیث لکھ لیں تو اُنہوں نے فرمایا نہیں اور اِس سے حدیث لکھنا کوئی اچھی بات نہیں، کیا وہ وہی شخص نہیں ہے کہ جس نے اہل مدینہ کے ساتھ کیا کیا کچھ کیا ہے!''

آپ کو ان معتبر ترین حوالوں سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ صحابۂ مدینہ منورہ کی بیعت سے اُسے کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوئی اور جو کچھ اُس نے اہل مدینہ سے انتقام لینے کے لیے کارروائی کی وہ اُس کے لیے کلنگ کا ٹیکہ ہے جسے حضرت ابن عمرؓ کی مذکورہ الصدر نوعیت کی بیعت نہیں مٹا سکتی اور اہل مدینہ کی وجہ سے آپ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی ملاحظہ فرمالی ہے، اُسے حاکم تو کہا جائے گا۔ حاکم کے لیے چاہے خلیفۃ المسلمین کا لفظ بولا جائے یا امیر المؤمنین کہا جائے کیونکہ اُس زمانہ میں اور بعد میں بہت دراز عرصہ تک ہر حاکم اعلیٰ کو خلیفۃ المسلمین یا امیر المؤمنین ہی کہا جاتا تھا، لیکن خلیفۂ راشد نہیں کہا جاسکتا۔

والسلام

حامد میاں

یکم شوال ۱۴۰۰ھ/۱۳؍اگست ۱۹۸۰ء

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

قسط : ۲

اَللَّطَائِفُ الْاَحْمَدِیَّہ فِی الْمَنَاقِبِ الْفَاطِمِیَّہؓ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب

﴿ حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

باب دوم : اِس میں فضائل حضرت سیّدۃ النساءؓ کے درج کیے جاتے ہیں :

(۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کُنَّا اَزْوَاجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عِنْدَهٗ فَاَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ مَا تَخْفٰی مِشْیَتُهَا مِنْ مِّشْیَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاٰهَا قَالَ مَرْحَبًا بِابْنَتِیْ ثُمَّ اَجْلَسَهَا ثُمَّ سَارَّهَا فَبَکَتْ بُکَاءً شَدِیْدًا فَلَمَّا رَاٰی حُزْنَهَا سَارَّهَا الثَّانِیَةَ فَاِذَا هِیَ تَضْحَكُ فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سَاَلْتُهَا عَمَّا سَارَّكِ قَالَتْ مَا کُنْتُ لِاُفْشِیَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سِرَّهٗ فَلَمَّا تُوُفِّیَ قُلْتُ عَزَمْتُ عَلَیْكِ بِمَالِیْ عَلَیْكِ مِنَ الْحَقِّ لِمَا اَخْبَرْتِنِیْ قَالَتْ اَمَّا الْاٰنَ فَنَعَمْ اَمَّا حِیْنَ سَارَّنِیْ الْاَمْرَ الْاَوَّلَ فَاِنَّهٗ اَخْبَرَنِیْ اَنَّ جِبْرِیْلَ کَانَ یُعَارِضُنِی الْقُرْاٰنَ کُلَّ سَنَةٍ مَّرَّةً وَّاَنَّهٗ عَارَضَنِیْ بِهِ الْعَامَ مَرَّتَیْنِ وَلَا اَرَی الْاَجَلَ اِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ فَاتَّقِی اللّٰهَ وَاصْبِرِیْ فَاِنِّیْ نِعْمَ السَّلَفُ اَنَالَكِ فَبَکَیْتُ فَلَمَّا رَاٰی جَزَعِیْ سَارَّنِیْ الثَّانِیَةَ قَالَ یَا فَاطِمَةُ اَلَا تَرْضِیْنَ اَنْ تَکُوْنَ سَیِّدَةَ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَوْ نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَسَارَّنِیْ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّهٗ یُقْبَضُ فِیْ وَجَعِهٖ فَبَکَیْتُ ثُمَّ سَارَّنِیْ فَاَخْبَرَنِیْ اَنِّیْ اَوَّلُ اَهْلِ بَیْتِهٖ اَتْبَعُهٗ فَضَحِکْتُ . (رواہ الشیخین)

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کی بیبیاں حضور ﷺ کے پاس (موجود) تھیں پس حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں اور حضرت فاطمہؓ کی رفتار حضور سرور عالم ﷺ کی چال سے جدا نہ تھی (یعنی اُن کی چال ایسی تھی جیسی کہ حضور

ﷺ کی چال) سو جبکہ حضور ﷺ نے اُن کو دیکھا فرمایا خوشی ہو اور کشادگی ہو میری بیٹی کو، پھر حضور ﷺ نے اُن کو بٹھلایا پھر پوشیدہ اُن سے گفتگو فرمائی پس وہ بہت روئیں تو جب آپ نے اُن کا غم دیکھا دوبارہ پوشیدہ بات چیت فرمائی تو یکا یک ہنسنے لگیں پھر رسول مقبول ﷺ اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔

(حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں) میں نے اُن سے پوچھا کہ وہ پوشیدہ بات جو تم سے حضور ﷺ نے فرمائی تھی، کیا تھی؟ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ میں حضور رسول مقبول ﷺ کا بھید نہیں کھولتی (اِس سے بھید کا ظاہر نہ کرنا ثابت ہوتا ہے اور اس کی پوری تفصیل اور احکام چہل حدیث کی شرح میں لکھ چکا ہوں وہاں ملاحظہ فرمالیجیے) پھر جب جناب سرور عالم ﷺ کا وصال ہو گیا تو میں نے کہا کہ میں تم کو قسم دِلاتی ہوں بوجہ اُس حق کے جو میرا تم پر ہے یعنی حق صحبتِ مادری (اس لیے کہ ازواج رسول اللہ ﷺ سب مسلمانوں کی رُوحی مائیں ہیں) فرمایا حضرت فاطمہؓ نے کہ اب میں بیان کرتی ہوں (کہ حضور ﷺ اِس عالم سے تشریف لے گئے اور وہ راز خود بخود ظاہر ہو گیا اُس کا پوشیدہ کرنا فقط آپ کی حیات تک تھا) وہ بھید یہ ہے کہ آپ نے پہلے مجھے خبر دی تھی کہ حضرت جبرئیلؑ ہر سال مجھ سے قرآن کا دَور ایک بار کرتے تھے اور اس سال دو بار فرمایا (تاکہ حفاظتِ احکام خوب اچھی طرح ہو جاوے) اس سے معلوم ہوا کہ میری وفات قریب ہی ہے سو تم پرہیزگاری پر قائم رہو اور تقویٰ کو بڑھاؤ اور صبر کرو بیشک میں اچھا آگے جانے والا ہوں تمہارے لیے (اِس لیے کہ مطابق حکمتِ خداوندی کے، تمہارے لیے میرا آگے جانا بہتر ہے پھر گھبرانا کیا) سو میں روئی جب آپ نے میری گھبراہٹ دیکھی تو دوبارہ پوشیدہ گفتگو فرمائی کہ اے فاطمہ کیا تو راضی نہیں ہے اِس بات پر کہ جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہو یا (یہ فرمایا) تمام جہاں کی عورتوں کی سردار ہو (الفاظ میں شک یا تو راوی کا ہے یا حضرت فاطمہؓ نے ہی اِس طرح فرمایا، حاصل ایک ہی ہے۔ غرض حضور ﷺ کی یہ تھی کہ گھبرانا نہ چاہیے کہ اللہ نے یہ رُتبہ تم کو دیا ہے سو اُس کا شکر چاہیے اور وہ یہ ہے کہ مرضیٔ الٰہی پر راضی رہو) پھر آپ نے مجھ سے

پوشیدہ فرمایا کہ آپ اِسی درد اور مرض میں جو اُس وقت موجود تھا وصال فرمائیں گے۔ پس میں روئی، پھر آپ نے پوشیدہ فرمایا کہ بے شبہ میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملاقات کروگی (یعنی اس عالمِ دُنیا سے اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم رُخصت ہوگی) تو میں ہنس پڑی۔'' (اِس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

واضح ہو کہ اِس حدیث سے کئی اُمور ثابت ہوئے (۱) حضرت فاطمہؓ کا صاحب اسرار نبوی ﷺ ہونا (۲) رقیق القلب ہونا اور حضور ﷺ کے ساتھ بے حد محبت رکھنا (۳) حضور ﷺ کو آپ کا غم گوارا نہ ہوا اور تسلی دینا جس سے خاص محبت ٹپکتی ہے (۴) حضرت فاطمہؓ کا سترِ راز رکھنے میں امانتدار ہونا (۵) مطلقاً آپ کا تمام جہاں کی عورتوں کا سردار ہونا (۶) عالمِ دُنیا سے محبت نہ ہونا اور حضور ﷺ کو محبت اس درجہ غالب ہونا کہ اپنی موت قریب ہونے سے اُمید وصال نبوی ﷺ کا باوجود اِس قدر غم کے خوش ہوجانا (۷) حضور ﷺ کا خاص طور پر حضرت سیدہؓ کو تقویٰ کی وصیت فرمانا کہ اِس خصوصیت کے کاملین اہل ہوتے ہیں۔

واضح ہو کہ حدیث مذکور مرض الموت کی حالت میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمائی تھی پس اور بعضی حدیثوں میں جو آپ کی فضیلت تمام عورتوں پر اضافی وارد ہوئی ہے وہ منسوخ ہیں اِس لیے کہ حدیث مذکور ان سب سے مؤخر ہے اور ناسخ کا مؤخر ہونا ضرور ہے اور حق تعالیٰ کی رحمت جو جناب رسول مقبول ﷺ کے ساتھ تھی اُس کا اقتضا یہی ہے کہ آئندہ زمانہ میں بہ نسبت زمانۂ ماضی کے کہ آپ کی ترقی ہو نہ برخلاف اِس کے (یُؤَیِّدُہٗ اَیْضًا قَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ''اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ'' او کما قال) اور علامہ سیوطی قدس سرہٗ کا بھی یہی مذہب ہے پس حضرت فاطمہؓ کو یہ رُتبۂ عالیہ بتدریج حاصل ہوا حتّٰی کہ اخیر میں سب سے افضل ہوگئیں اور یہی عادتِ خداوندی ہے کہ کمالات آہستہ آہستہ حاصل ہوا کرتے ہیں اور اِس میں ایک عظیم الشان حکمت جو اَشعۃ اللمعات میں ہے کہ حدیث میں ہے فاطمہؓ اِس اُمت میں ایسی ہیں جیسی مریمؑ اپنی قوم میں تھیں۔ اِس سے بھی ثابت ہوگیا کہ حضرت ممدوحہ تمام عورتوں سے اس اُمت میں افضل ہیں اور یہ اُمت سب اُمتوں سے افضل ہے، پس حضرت سیدہؓ کا سب عورتوں سے افضل ہونا ضروری ہوا، اِس لیے کہ حضرت مریمؑ اپنی قوم میں سب عورتوں سے افضل تھیں جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا اور چونکہ اُن کی قوم اُمت محمدیہ ﷺ سے رتبہ میں کم تھی پس وہ بھی حضرت فاطمہؓ سے رُتبہ میں کم ہوئیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور علامہ سیوطیؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت

عائشہؓ سے حضرت فاطمہؓ افضل ہیں اور یہ اصح مذہب ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک بھی حضرت فاطمہؓ تمام جہاں کی عورتوں سے افضل ہیں۔ اور امام سبکی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جو ہمارا اور ہمارے دین کا مختار ہے وہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ سب سے افضل ہیں اُن کے بعد حضرت خدیجہؓ اُن کے بعد حضرت عائشہؓ اور بعضوں نے حضرت فاطمہؓ سے حضرت عائشہؓ کو بڑھ کر مانا ہے اور بعضوں نے حضرت فاطمہؓ کو حضور ﷺ کی بیٹیوں میں افضل کہا ہے، لیکن قوی مذہب وہی ہے جو ہم نے بیان کیا کہ حضرت فاطمہؓ سب سے بڑھ کر ہیں اور حضرت امام مالکؒ اور امام سیوطیؒ اور امام سبکیؒ جیسے اکابر اُمت کا یہی قول ہے۔

(۲) اَتَانِیْ مَلَکٌ فَسَلَّمَ عَلَیَّ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ لَمْ یَنْزِلْ قَبْلَھَا فَبَشَّرَنِیْ اَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّةِ وَاَنَّ فَاطِمَةَ سَیِّدَةُ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّةِ . (اَوْرَدَہُ السُّیُوْطِیُّ بِرِوَایَةِ ابْنِ عَسَاکِرَ عَنْ حُذَیْفَةَ مَرْفُوْعًا بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ)

''حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا پس اُس نے مجھے سلام کیا اور وہ آسمان سے اُترا اِس بار سے پہلے (کبھی) نہیں اُترا تھا اور اُس نے خوشخبری دی مجھے کہ بیشک حسنؓ اور حسینؓ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور بیشک فاطمہؓ جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔'' (اس حدیث کو ابن عساکرؒ نے صحیح سند سے حضرت حذیفہؓ سے روایت کیا ہے)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا حالت بُڑھاپے میں وصال ہوا ہے پس جوان ہونے سے یہ مراد ہے کہ اُن لوگوں کی جن کے اخلاق مثل سخاوت عبادت وغیرہ جوانوں کی طرح ہوں گے اُن کے یہ دونوں حضرات سردار ہیں اور جن کے اخلاق اِس درجہ کے نہ ہوں گے اُن کے سردار تو بطریق اولیٰ ہوں گے۔ اِس حدیث سے مطلقاً حضرت فاطمہؓ کا سردارِ زنانِ اہلِ جنت ہونا ثابت ہوا۔

(۳) سَیِّدَاتُ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّةِ اَرْبَعٌ مَرْیَمُ وَ فَاطِمَةُ وَ خَدِیْجَةُ وَ اٰسِیَةُ (اَوْرَدَہُ السُّیُوْطِیُّ عَنِ الْحَاکِمِ مَرْفُوْعًا بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ)

''اہلِ جنت کی عورتوں کی سردار چار عورتیں ہیں حضرت مریمؑ حضرت فاطمہؓ حضرت خدیجہؓ حضرت آسیہؓ۔'' (یہ قول حضور ﷺ کا صحیح سند سے حاکم نے روایت کیا ہے)

اس حدیث میں سرداری کی شرکت مذکور ہے اور اِس کی تفصیل پہلی حدیث کی شرح میں گزر چکی ہے اور حضرت آسیہؓ فرعون کی بیوی تھیں یہ مسلمان اور پارسا تھیں اور فرعون کمبخت کافر سرکش تھا، ایسے سخت کافر کے گھر میں رہ کر اپنا ایمان قائم رکھا اِن کا مفصل قصہ بہشتی زیور حصہ ۸ میں دیکھو۔ جامع صغیر میں حدیث ہے کہ حضرت مریمؑ اور حضرت آسیہؓ اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہن حضور ﷺ کی جنت میں بیویاں ہوں گی۔ جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے ایسے ہی رُتبے پاتا ہے۔

(۴) فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ فَمَنْ اَغْضَبَھَا اَغْضَبَنِیْ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَسَنَدُہٗ صَحِیْحٌ)

''حضور ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے پس جس نے اُس کو غصّہ دِلایا اُس نے مجھے غصّہ دِلایا۔'' (اِس کو بخاری نے صحیح سند سے روایت کیا ہے)

غرض یہ ہے کہ کوئی شخص ایسی بات کہے جس سے حضرت فاطمہؓ کو غصّہ آوے تو یہ امر حضور ﷺ کی طرف راجع ہوگا گویا کہ اُس نے حضور ﷺ کو غُصّے میں ڈالا۔ امام سبکیؒ نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ جو حضرت فاطمہؓ کو برا کہے وہ کافر ہے اِس لیے کہ اُن کا بُرا کہنا بوجہ اتحاد گویا حضور ﷺ کو بُرا کہنا ہے۔

(۵) فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ یَقْبِضُنِیْ مَا یَقْبِضُھَا وَیَبْسُطُنِیْ مَا یَبْسُطُھَا وَاَنَّ الْاَنْسَابَ تَنْقَطِعُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ غَیْرَ نَسَبِیْ وَسَبَبِیْ وَصِھْرِیْ (اَوْرَدَہُ السُّیُوْطِیُّ عَنِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ وَالْحَاکِمِ بِسَنَدٍ حَسَنٍ)

''فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے ناخوش کرتی ہے مجھے وہ بات جو ناخوش کرتی ہے اُس کو، اور خوش کرتی ہے مجھے وہ بات جو اُسے خوش کرتی ہے اور بے شبہ خاندان (کے منافع) منقطع ہوں گے قیامت کے دن سوائے نسب (یعنی جو میرا اولاد سے علاقہ ہے) اور رشتہ داری اور میری سسرالی علاقہ کی۔'' (اِس حدیث کو علامہ سیوطیؒ نے امام احمدؒ اور حاکمؒ سے بسندِ حسنٍ روایت کیا ہے)

اس حدیث سے عموماً و خصوصاً آپ کے علاقوں کا قیامت میں نافع ہونا ثابت ہوا، اور صحیح سند سے امام سیوطیؒ نے اِن لفظوں سے کُلُّ سَبَبٍ وَّ نَسَبٍ مُّنْقَطِعٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا سَبَبِیْ وَ نَسَبِیْ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ وَّعَنِ الْمِسْوَرِؓ روایت کیا ہے جس میں صہر کا (یعنی سسرالی علاقہ کا) لفظ نہیں ہے باقی مضمون وہی ہے جو پہلے گزر چکا اور یہ مضمون آیت پارہ اٹھارہ رکوع چھ کے خلاف نہیں ہے اِس لیے کہ آیت عام مخصوص البعض ہے اور وہ آیت یہ ہے فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَ لُوْنَ (پھر جب صور میں پھونک ماری جائے گی تو نہ اُن میں رشتہ داریاں اُس دن باقی رہیں گی اور نہ ایک دوسرے کو پوچھے گا) اِس آیت سے نسب کا غیر نافع ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ حقیقت نسب کا اُٹھ جانا تو باطل ہے تو غیر نافع مراد لینا ضرور رہوا پس یہ حکم باعتبار اپنے عموم کے مخصوص البعض ہے یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کا نسب شریف اس حکم سے مستثنیٰ ہے اور خبر واحد سے کسی حکم قرآنی کو خاص کر لینا جمہور اہل اصول کا مذہب ہے حکاہ النووی فی شرح صحیح مسلم . اور اسی عدم انقطاع نسب کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے حضرت سیّدتنا اُم کلثومؓ دُختر حضرت سیدۃ النساءؓ سے شادی کی تھی اور شادی کی وجہ خود بیان فرمائی تھی یہاں تک تطبیق آیت وحدیث میں جو تقریر کی گئی یہ تفصیل ہے اُس مضمون اجمالی کی جو علامہ شامیؒ نے جلد اول کتاب الجنائز میں تحریر فرمایا ہے اور کہا ہے کہ میں نے ایک مفصل رسالہ اِس باب میں لکھا ہے جس کا نام ''العلم الظاھر فی نفع النسب الطاھر'' ہے مگر اس فقیر کی فہم میں ایک قوی اور لطیف وجہ آئی ہے اور وہ یہ ہے کہ آیت مذکور کا سباق اور سیاق ظاہر طور پر دلالت کرتا ہے کہ آیت کا حکم کافروں کے ساتھ خاص ہے پس آیت اور احادیث مذکورہ میں تطبیق کی حاجت نہیں والحمد للّٰہ علٰی ذٰلک. اور واضح رہے کہ نسب مبارک اور علاقۂ دیگر جناب رسالت مآب ﷺ کا اُسی شخص کو نافع ہوگا جو کم سے کم رسالت اور توحید کا قائل ہو اور جو لوگ آپ کے ذی علاقہ اتقیا ہیں اُن کو اعلیٰ درجہ کا نفع ہوگا جو فسّاق اہل علاقہ کو نصیب نہ ہوگا اگرچہ نفس نفع سے وہ بھی محروم نہ رہیں گے اور الفاظ نسب وصہر وسبب کی جو تفسیر کی گئی ہے یہ تفسیر بے تکلف اور کلام نبوی ﷺ کے انسب ہونے کی وجہ سے اختیار کی گئی ہے ورنہ سبب کی دو تفسیریں اور بھی ہیں جو شامی جلد اول مقام مذکور میں منقول ہیں لیکن احقر کے نزدیک وہ مناسب نہیں معلوم ہوئیں۔ واللہ اعلم

اگر یہ خیال پیدا ہو کہ قرآن کی آیت وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ (اور جو لوگ ایمان لائے اور اُن کی راہ چلے اُن کی اولاد ایمان کے ساتھ ہم اُن کے پاس پہنچادینگے اُن کی اولاد کو اور ہم اُن کو کم نہ دینگے اُن کے عمل میں سے کچھ) سے تو ظاہر ہے کہ ہر خاندان مسلمان اولاد کو نفع دے گا پھر جناب رسول مقبول ﷺ کی کیا خصوصیت ہے؟ جواب یہ ہے کہ اور

مسلمانوں کا نسب جب نافع ہوگا کہ اُن کی اولاد نے ضروری احکام الٰہی کی اطاعت بھی کی ہو اور ایمان بھی رکھتے ہوں چنانچہ لفظ اتباع اور ایمان دونوں کا لانا اِس امر پر دلالت کرتا ہے۔ اگر اُن لوگوں کا نسب فقط ایمان پر نافع ہوتا تو اتباع کی قید نہ لگائی جاتی فقط لفظ ایمان کافی تھا بخلاف نفع نسب مبارک نبوی ﷺ کے کہ وہ باوجود عدم اطاعت احکام ضروریہ فقط ایمان ہونے پر بھی نافع ہے۔ پس پہلی صورت میں نسب کا نفع خاص اُن لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لا کر احکامِ ضروریہ کی بجا آوری کریں۔ اور نفع نسبِ نبوی ﷺ فاسق اور مطیع سب کو عام ہے، ہاں مطیع کو وہ نفع فاسق سے زیادہ ہوگا۔ خوب سمجھ لو اللہ تعالیٰ بے شمار رحمتیں نازل فرمائے گا اُس ذات مقدسہ باعث وجود کائنات پر جس کے نسب کی بدولت دونوں جہاں میں عزت اور خدائے تعالیٰ کی نزدیکی میسر ہوئی، اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ اِس ناچیز کو جناب رسول مقبول ﷺ کی اولاد میں ہونے کا شرف بخشا اور ایمان اور اتباع آنحضرت ﷺ کی توفیق مرحمت فرمائی اور اسم مبارک میں بھی حصّہ عطا فرمایا وَلَا فَخْرَ یہ حدیث حضرت سیّدۃ النساءؓ کے فضائل میں اس وجہ سے درج کی گئی کہ حضور ﷺ کا نسب مبارک آپ ہی کے ذریعہ سے پھیلا ہے اور قیامت تک تمام سادات کے لیے یہ حکم شامل ہے۔

(۶) فَاطِمَۃُ سَیِّدَۃُ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اِلَّا مَرْیَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ (رَوَاہُ الْحَاکِمُ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ کَمَا قَالَ الْحَافِظُ السُّیُوْطِیُّ)

''جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ تمام اہل جنت کی بیویوں کی سردار ہے سوائے حضرت مریمؑ عمران کی بیٹی کے۔'' (اس حدیث کو حاکم نے سند صحیح سے روایت کیا ہے)

اور اس حدیث میں حضرت مریمؑ کی فضیلت حضرت سیّدہؓ پر ثابت ہے مگر اس کا جواب پہلی حدیث کی شرح میں گزر چکا ہے۔

(۷) کَانَ کَثِیْرًا مَّا یُقَبِّلُ عُرْفَ فَاطِمَۃَ (اَوْرَدَہُ السُّیُوْطِیُّ عَنْ عَائِشَۃَ بِسَنَدِ ابْنِ عَسَاکِرَ)

''جناب رسول کریم ﷺ بہت کثرت سے حضرت فاطمہؓ کے اگلے سر کے بالوں کو چومتے تھے۔'' (امام سیوطیؒ نے ابن عساکر سے اور اُنہوں نے حضرت عائشہؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے)

(۸) اِبْنَتِیْ فَاطِمَةُ حَوْرَاءُ اٰدَمِيَّةٌ لَمْ تَحِضْ وَلَمْ تَطْمُثْ وَاِنَّمَا سَمَّاهَا فَاطِمَةَ لِاَنَّ اللّٰهَ فَطَمَهَا وَمُحِبِّيْهَا مِنَ النَّارِ . (رَوَاهُ الْخَطِيْبُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَّرْفُوْعًا وَالشَّوْكَانِيُّ فِيْ اِسْنَادِهٖ اَحْمَدُ بْنُ الْجَمْهُوْرِ الْغَسَّانِيُّ قُلْتُ اِنَّهٗ شَيْخٌ مُّتَّهِمٌ بِالْكِذْبِ رَوٰى عَنْهُ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الْهَرَوِيُّ فَالْحَدِيْثُ مَتْرُوْكٌ وَهُوَ يُعْتَبَرُ فِي الْفَضَائِلِ فَلَا يَضُرُّنَا تَدَبَّرْ)

''جناب رسول مقبول ﷺ نے فرمایا میری بیٹی فاطمہ آدمیوں کی ''حوراء'' ہے (جس کو ہندی میں اور فارسی میں ''حور'' کہتے ہیں اور حور عربی میں حوراء کی جمع ہے اور حوراء اُس عورت کو کہتے ہیں جو گوری ہو اور جس کی آنکھوں میں سپیدی و سیاہی کمال درجہ ہو) نہ اُسے حیض آیا اور نہ نفاس آیا۔ اور فاطمہ اُس کا نام فقط اِس لیے رکھا گیا کہ اللہ نے اُس کو اور اُس سے محبت کرنے والوں (یہاں دینداری کی محبت مراد ہے) کو دوزخ سے باز رکھا ہے۔''

اِس حدیث کو محدث خطیب نے روایت کیا ہے اور فاطمہ کے معنی باز رکھنے والی عورت کے ہیں مگر یہ اسم فاعل بمعنی اسم مفعول کے ہے پس مفطومہ بمعنی باز رکھی گئی مراد ہوا۔ حق تعالیٰ نے آپ کو حیض و نفاس کی نجاست سے محفوظ رکھا تھا یہ آپ کی کرامتِ حسّی تھی اور اس میں بشارت ہے اُس کو جو آپ سے اللہ کے لیے دینداری کی محبت رکھے اور آپ کے طریق پر چلے انشاء اللہ تعالیٰ ضرور وہ نارِ جہنم سے محفوظ رہے گا، نیز حدیث مذکور سے حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا کا دوزخ سے آزاد ہونا معلوم ہوا اور واضح ہو کہ فضائل کی جگہ سوائے فضیلت نفسِ ایمان کے اور موقعوں پر دخول جنت سے کامل طور پر داخل ہونا مراد ہوتا ہے جو ابتداء ہی سے ہو بغیر عذاب کے ورنہ عذاب کے بعد تو فقط کلمہ گو بھی جس نے سوائے اقرار توحید و رسالت کے اور کوئی نیک عمل باوجود قدرت کے نہ کیا ہو وبالِ اعمال بھگت کر جنت میں داخل ہو جائیگا پھر اور اعمال کی کیا فضیلت ہوئی پس معنی وہی ہیں جو احقر نے مراد لیے ہیں، والحمدللہ علی ذلک۔

اِس حدیث کا مضمون مجھے محفوظ نہ رہا تھا پھر نظر سے گزری اسی وجہ سے لفظ فاطمہؓ کی وجہ تسمیہ کے بارہ میں اول کتاب میں اپنی رائے سے کام لیا اور اصلی وجہ تسمیہ یہی ہے جو جناب رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمائی اور میں نے پہلے مضمون کو خارج کرنا اِس لیے نامناسب سمجھا کہ احتمال ہے وہ بھی وجہ ملحوظ رکھی گئی ہو (باقی صفحہ ۴۹)

قسط : ۱

شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین، ولی اللّٰہی سلسلہ کے امین، مدنی علوم و معارف کے وارث، علم و معرفت کے بحر مواج، مسند ولایت کے صدر نشین، سیادت و قیادت کے آفتاب، امیر الہند، فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی شخصیت و خدمات نظر قارئین کی جارہی ہیں۔ (ادارہ)

حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنیؒ کی شخصیت و خدمات

﴿ حضرت مولانا مفتی سیّد محمد مظہر صاحب اسعدی ﴾

''سنت اللہ'' یہی ہے کہ کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ ﷺ کی ترویج و اشاعت اور نفاذِ اسلام کا کام اللہ نے ہمیشہ اپنے مقبول بندوں سے لیا۔ روزِ اول سے لوگوں کی ہدایت اور ظالم و جابر قوتوں سے ٹکرانے کے لیے انبیاء و رسل کی آمد و رفت کا سلسلہ رہا۔ یہاں تک کہ خاتم الانبیاء ﷺ تشریف لائے۔ اللہ نے آپ ﷺ کو دین کامل اکمل عطا فرمایا اور غلبۂ اسلام ہوا۔

آپ ﷺ کے بعد اللہ رب العزت نے نبوت والے کام کو آپ ﷺ کی اُمت کے علماء ربانیین کے مقدر میں کردیا کیونکہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

علماء ربانیین اس آیت مبارکہ ''عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا'' کے مصداق ہوتے ہیں اور ان حضرات کا سایۂ عاطفت خلقِ خدا کے لیے باعثِ رحمت ہوتا ہے۔ جیسے سرزمین ہند میں صدیوں پہلے سکھوں اور مشرکوں کے نظامِ ظلم کا دَور دورہ تھا۔ انسانیت ضلالت و گمراہی کے سیلاب میں بہہ رہی تھی۔

ہند میں حضرت خواجہ اجمیریؒ کی آمد :

اللہ رب العزت نے اُس وقت حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ اور اُن کے فیض یافتہ علماء سے دعوتِ دین کا کام لیا۔ اُن کے اخلاق عالیہ اور مجاہدانہ کردار سے لاکھوں افراد مشرف بہ اسلام ہوئے۔

کچھ صدیوں کے بعد جب اس سرزمین پر تجارت کے نام سے انگریز عیار قابض ہوا تو وقت کے مسلم

حکمرانوں کی غفلت و بے حسی کو دُور کرنے کے لیے اور عوام کو باشعور بنانے کے لیے اللہ نے مجدد الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کو اِس کام کے لیے منتخب فرمایا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی محنت :

حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کی جماعت نے عوام سے لے کر شاہی ایوانوں کے ذمہ داروں تک کی نظریاتی، فکری اور عملی زندگی کی تربیت فرمائی جس کے نتیجہ میں دربارِ شاہی سے عظیم مجاہد اورنگزیب عالمگیر پیدا ہوئے اور عوام میں سے سینکڑوں علمائے حقہ پیدا ہوئے۔ بالخصوص ان کے طریقۂ تربیت اور تعلیمات کے امین و وارث حضرت شاہ عبد الرحیم دہلوی رحمہ اللہ نے دِلی کے علاقہ میں ''مدرسہ رحیمیہ'' کی شکل میں عظیم علمی و رُوحانی مرکز قائم کیا۔

امامُ الحکمت رحمہ اللہ اور اُن کی جماعت :

آپ کے بعد آپ کے عظیم فرزند امام الحکمت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے اِس ادارہ کو شریعتِ نبوی ﷺ کے مطابق چلایا۔ آپ ہی کی شخصیت نے اُمتِ مسلمہ کی ہر محاذ پر راہنمائی فرمائی۔ بالخصوص علم حدیث کی اشاعت اور دینِ اسلام کو بطورِ نظام کے متعارف کرایا۔ آپ نے ہی آنے والے انقلابات کے اسباب و عوامل سے مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ امامُ الحکمت کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ کام آپ کے جانشین حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ سے لیا۔

حضرت شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ نے اپنے لائق و فائق حقیقی بھائیوں کے تعاون سے انگریز کی ظالمانہ و جابرانہ کارروائیوں سے نمٹنے کے لیے ہندوستان کو ''دارُالحرب'' قرار دیا۔

اپنے والدِ گرامی کی تحریری و تقریری محنت کو منظّم و مدون کر کے تربیت یافتہ نظریاتی و فکری زندگیوں کو سامراجی طاغوتی طاقتوں کے خلاف بصورتِ تحریکِ جہاد نبرد آزما کر دیا۔

اس تحریک کی قیادت و سیادت دینِ اسلام کے عظیم رُوحانی پیشوا حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ نے فرمائی جبکہ امامت آپ کے تربیت یافتۂ خاص اور حضرت شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ کے حقیقی بھتیجے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے کی۔

ان علماء حقہ و مجاہدینِ اسلام نے اپنے وطن کی آزادی اور غلبۂ اسلام کے لیے اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

سرزمینِ دیوبند کی قبولیت :

اِن کے بعد بظاہر علماء ربانیین کا وجود بہت قلیل ہوگیا۔ عامۃ الناس کو ظالم کی قوت کا عروج نظر آیا۔ ایسے قحط الرجال کے زمانہ میں اللہ رب العزت نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے دعوت الی اللہ اور غلبۂ اسلام کا کام بصورت تحریک ''دارالعلوم دیوبند'' لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اِن دونوں بزرگوں کی تربیت و مجاہدانہ کردار کی سرپرستی سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے کروائی۔

مقامِ شیخ الہندؒ :

اِن کی محنت اور ہمہ قسم قربانیوں کو اللہ نے وہ شرف قبولیت بخشا کہ مذکورہ تینوں بزرگوں کی آغوش تعلیم و تربیت سے اِس وطن کو انگریز شاطر کے آہنی پنجے سے آزاد کرانے اور مظلوم لوگوں کی دینی، علمی، اخلاقی، رُوحانی، معاشرتی اور سماجی تربیت کے لیے دُنیائے اسلام کے نامور فرزند، عالمِ ربانی اور مجاہدِ عظیم محمود حسنؒ دیوبندی کو پیدا کیا جن کو دُنیا ''شیخ الہند'' کے نام سے جانتی پہچانتی ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کے مجاہدانہ کردار اور تعلیم و تربیت کے ماحول، آپ کی ذہانت و ذکاوت اور آپ کے لائق و عظیم شاگردوں کو دیکھ کر معاصرین زمانہ آپ کو ''ابوحنیفۂ ثانی'' کہنے پر مجبور ہوگئے۔

جہاں ایک طرف آپ کے حلقۂ تعلیم و تربیت سے محدث، فقیہ، کامل صوفیا، مجاہدینِ اسلام اور عظیم دانشور پیدا ہوئے (جیسے حضرت مولانا سید انور شاہ کاشمیریؒ، حضرت مفتی کفایت اللہؒ، حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ، امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ، شیخ العرب والعجم حضرت سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور بانیٔ تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ، امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ) وہاں دوسری طرف آپ کے مجاہدانہ کردار سے ظالم و جابر انگریزی قوت اتنی کمزور ہوگئی کہ انگریزی حکومت کے ڈِکٹیٹر ہندوستان کو آزاد کرنے پر مجبور ہوگئے۔ ایسے نازک حالات اور حساس زمانہ میں حضرت شیخ الہندؒ کی زندگی نے وفا نہ کی۔ آپ اِس عالم فانی سے عالم جاودانی کو چل دیے۔

الامام المجاہد فی سبیل اللہ جانشین شیخ الہندؒ :

اِن کے بعد حق جل مجدہٗ نے آپ کی جانشینی جیسے عظیم منصب اور آپ کے مشن کی تکمیل آپ کے

شاگردوں میں سے جس جلیل القدر شاگرد کو چنا۔ اُس کے بارے میں آپ اپنی زندگی میں ہی فرما چکے تھے کہ ''وہ میرے قلب وجگر کی دھڑکن کی مانند ہے'' اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قلب وجگر کو جسم میں مرکزی حیثیت حاصل ہے اور رئیس الاعضاء کا مقام حاصل ہے۔

اللہ کریم نے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی فرمائی ہوئی تشبیہ کے مطابق حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی جانشینی کے لیے منتخب کیا۔

اِس انتخاب کی توصیف کا اظہار اللہ تعالیٰ نے آپ کے معاصرین زمانہ اُمت مسلمہ کے علمائے کرام سے بھی کرلیا، یہی وجہ ہے کہ آپ کو متفق علیہ ''جانشین شیخ الہند'' کہا جاتا ہے۔

جس عظیم مشن کے فکر کی بنیاد حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اور امام الحکمت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے رکھی اور جس تحریک کا عملاً آغاز حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے کیا، جس مشن کے لیے ہزاروں نفوس قدسیہ شہید ہوئے، اُس کی تکمیل اللہ نے حضرتِ اقدس شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے زمانہ میں کروادی۔

انگریز ظالم و جابر آپ کے زمانہ میں ہی ہندوستان کو چھوڑ کر چلا گیا۔ تواضع و بے نفسی کے کوہِ گراں حضرت سید مدنی رحمہ اللہ نے تقسیمِ ہند کے بعد مجبور ومظلوم ومحروم و بے سہارا مسلمان (جو تقسیم ملک کی وجہ سے ہر طرح کی اپنی اجتماعی قوت کھو چکا تھا) کی کفالت و سرپرستی اِس طرح فرمائی جس طرح کہ حقیقی والد اپنی حقیقی اولاد کے لیے فکر مند ہوتا ہے حتّٰی کہ آپ اِس فکر وغم والم میں ۱۹۵۷ء میں اِس دارِفانی سے رحلت فرماگئے۔

انتخاب جانشینِ شیخ الاسلام رحمہ اللہ :

آپ کے بعد سرزمینِ ہند کے عظیم محدث شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے آپ کے عظیم و لائق و فائق بڑے فرزند حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی کو آپ کے بیسیوں خلفاء کے باہمی مشورہ واتفاق رائے سے آپ کا جانشین قرار دیا۔

خطاب ''فدائے ملت'' کا پس منظر :

اِس جانشین کی شخصیت ایسے شجر سایہ دار کی سی تھی جو ساری اُمت کے لیے رحمت تھی۔ بلاشبہ جہاں وہ اُمت مسلمہ کے لیے شیخ طریقت اور رہبرِ شریعت تھے تو وہاں ایسے عالمی مسلم راہنما تھے جو زندگی کے ہر شعبے میں پوری اُمت کی راہنمائی فرماتے رہے۔ آپ مجاہدانہ عزم وحوصلہ رکھنے والے عوامی قائد بھی تھے، اپنی جان کو خطرات

میں ڈال کر خدمتِ خلق ان کا شیوہ تھا۔ آپ کے اِسی کردار کی عظمت کی وجہ سے ہندوستانی مسلمان آپ کو ''فدائے ملت'' کے لقب سے پہچانتا ہے۔

حضرت امیر الہندؒ میں بحمد اللہ جہاں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کی حریت فکر تھی وہاں شیخ الاسلام حضرت سید حسین احمد مدنیؒ کا زہد و تقویٰ بھی تھا، مفتی اعظم مفتی کفایت اللہؒ کی دُور اندیشی بھی تھی، مجاہدِ ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰنؒ کی مجاہدانہ شان بھی تھی۔ تاہم اِن خوبیوں کے ساتھ خالقِ کائنات نے موصوف کو نہایت منکسر المزاج اور متواضع راہنما کی صفات سے بھی متصف فرمایا تھا، ان اوصاف جمیلہ سے متصف ہونے کی وجہ سے وہ لوگوں سے بڑی انکساری اور کھلے دِل و دماغ سے پیش آتے تھے۔

حضرت امیر الہند اکابر کے جامع کردار کے وارث اور اُن کے کارناموں کے امین تھے۔ ہندوستان و بیرون ہندوستان اُن کی خدماتِ جلیلہ کے نقوش کچھ اِس طرح سے ثبت ہیں کہ مخالفین و حاسدین اور دشمنانِ اسلام کی ریشہ دوانیاں بھی ان کو نہیں مٹا سکیں۔

امیر الہندؒ کا اجمالی تعارف :

آپ کی اِن عظیم خدمات، مجاہدانہ کارناموں اور قومی و ملی و سماجی قربانیوں کی وجہ سے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ جانشینِ شیخ الہندؒ کے عظیم فرزند کا تعارف اور ملی و سماجی خدماتِ جلیلہ کا اجمالی تذکرہ ''پیروی کرو اُس شخص کے راستے کی جس نے میری طرف رجوع کیا'' کے ارشادِ خداوندی کے تحت ملک و ملت کے ہر فرد کی فکر و نظر کو جلا بخشنے کے لیے کریں۔

تاریخ پیدائش :

۶/ ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ بمطابق ۲۷/ اپریل ۱۹۲۸ء بروز جمعۃ المبارک

مقامِ ولادت :

بچھراؤں مضافات دیوبند ضلع سہارنپور

اسمِ گرامی :

آپ کا نام والد ماجدؒ نے ''اسعد'' رکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ کے معلمِ اول، صحابی رسول ﷺ

''سیدنا اَسعد بن زُرارہؓ '' کے نام کی نسبت سے یہ نام رکھا گیا۔

تعلیم و تربیت :

بچپن میں ہی آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا تھا۔ حضرت شیخ مدنیؒ کو ظالم حکومت نے جیل بھیج دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ والدہ کا سایہ سر سے اُٹھ جانا معمولی بات نہیں تھی۔ پھر والد بزرگوار کا اَسیر ہو جانا مزید برآں۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے اپنے مریدِ خاص و ابتدائی مدرسہ کے اُستاذ قاری اصغر علیؒ کو لکھا کہ ''اَسعد کی والدہ اور والد آپ ہی ہیں، اُوپر خدا ہے اُس کے سپرد کرتا ہوں، نہ کوئی بڑی بہن ہے اور نہ ہی کوئی بھائی۔''

فدائے ملت کے اُستادِ اوّل اور حضرت شیخ الاسلامؒ کا تعلق :

حضرت قاری اصغر علی مرحوم و مغفور کو حضرت مدنیؒ سے بے پناہ تعلق تھا۔ یہاں تک کہ بیماری میں عام طور پر لوگ خانقاہ سے گھر کو جایا کرتے اور حضرت قاری صاحبؒ بیماری میں گھر سے دیوبند آیا کرتے تھے۔

قاری صاحبؒ کی طبیعت میں غصہ بہت تھا۔ لیکن مدنی منزل خانقاہ مدنیہ میں رہتے تھے اور حضرت مدنیؒ کی خدمت کرنے سے بہت نرمی اختیار کرنے لگے تھے۔ حضرت سید مدنیؒ سمجھایا کرتے تھے کہ قاری صاحب کمال یہ ہے کہ حسنِ اخلاق سے لوگوں کو اپنا بنائیں نہ کہ بری عادت کا ثبوت دے کر لوگوں کو بھگائیں۔

قاری صاحبؒ فرمایا کرتے تھے خدا حضرت شیخ کے مراتب میں ترقی دے۔ مجھے آپ کی ذاتِ گرامی سے بہت فائدہ پہنچا۔

حضرت قاری اصغر علیؒ اور حضرت شیخ الاسلامؒ کے مابین جو تعلق تھا وہ غیر منفک تھا۔ اَڑتیس سال تک حضرت قاری صاحبؒ نے حضرتِ اقدس سید مدنیؒ کے آستانہ پر خدمت انجام دی۔ اس دوران کبھی کسی کو آپ کی نیت پر عدمِ اطمینان تو درکنار، شبہ بھی نہیں ہوا۔ اس بات سے دارالعلوم کے اربابِ حل و عقد سمیت تمام متعلقین اور حضرتِ اقدس مدنیؒ سے تعلق رکھنے والے سب ہی حضرات خوب واقف ہیں۔

حضرت قاری اصغر علیؒ کا اندازِ تربیت :

امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی جب ایام طفولیت میں تھے تو تربیت کے لیے صرف ایک ذات قاری اصغر علیؒ کی تھی۔ قاری صاحبؒ حضرت امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس ماں کی طرح لے کر بیٹھتے تھے اور

ماں کی طرح ہی ضروریاتِ طبعیہ کا خیال رکھتے تھے اور قاری صاحبؒ کبھی بھی اِس خدمت سے تنگ دل نہ ہوئے۔ ظاہر ہے کہ اِس خدمت کے پیش نظر حضرت شیخ الاسلامؒ کا اعتماد و بھروسہ بڑھتا ہی گیا، بچپن سے لے کر طالب علمی کے زمانہ تک قاری صاحبؒ نے ہی تربیت فرمائی۔

حضرتِ اقدس امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ بھی ادب واحترام اور تعمیل اِرشاد اِسی طرح سے کیا کرتے تھے جیسے کرنا چاہیے تھا۔ حضرت قاری صاحبؒ فرمایا کرتے تھے ''اسعد سے آج بھی مجھے ایسی محبت ہے جیسے اولاد سے ہوا کرتی ہے۔ بچپن میں مارتا بھی تھا اور پیار بھی کرتا تھا۔ جوان ہونے کے بعد بوقت ضرورت ڈانٹتا ہوں تو اسعد اپنے حیاء کامل کی وجہ سے نظر نیچی کر لیتا ہے۔''

تعلیم قرآن اور ابتدائی کتب عربی آپ نے حضرت قاری اصغر علیؒ سے ہی پڑھیں۔ بقیہ تعلیم دورہ حدیث تک علم وحکمت کے مخزن دارالعلوم دیو بند میں ۱۹۴۹ء میں مکمل کی۔

آپ کے چند مشہور اساتذہ کرام :

دورہ حدیث : والدِ گرامی حضرتِ اقدس سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ۔

تدریس :

آپ اپنی مادر علمی میں ہی فراغت کے بعد تقریباً چھ سال متوسط درجات کے کامیاب مدرس رہے۔

امیر الہند کی سیاسی زندگی کا آغاز :

حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کی وفات حسرت آیات سے جمعیت علمائے ہند اور مسلمانانِ عالَم میں جو خلاء پیدا ہوا تھا اُس کو حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ نے اپنے تقویٰ ومجاہدانہ کردار سے اِس طرح پُر کیا کہ جب ۱۹۶۳ء میں جمعیت علمائے ہند کے ناظم عمومی بنائے گئے تو پورے ملک میں جمعیت کی شاخوں کا جال بچھا دیا۔ اس کے تمام شعبوں کو اتنا جاندار اور فعال بنا دیا کہ جمعیت کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ حضرت شیخ الاسلامؒ اور حضرت مجاہد ملتؒ کے بعد لگتا تھا کہ اکابر کا لگایا ہوا یہ پودا مرجھا جائے گا لیکن حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے نا صرف یہ کہ اِس پودے کو اپنے خون جگر سے سینچا بلکہ تناور

درخت بنادیا۔

مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰنؒ ہندوستانی پارلیمنٹ کا الیکشن اِس لیے لڑتے تھے کہ ایوانِ حکومت میں مسلمانوں کی ترجمانی کرسکیں۔ان کے انتقال پرملال کے بعد پارلیمنٹ میں مسلمانوں کی ترجمانی کرنیوالا کوئی نہ رہا۔۱۹۶۸ء میں فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستانی پارلیمنٹ (راجیا سبھا) کی رُکنیت قبول فرمالی۔

تاریخ شاہد ہے کہ ایوانِ حکومت حضرت موصوف کی وجہ سے حق وصداقت کی آواز سے کس طرح گونجتا رہا۔وہ فرقہ وارانہ فسادات کا مسئلہ ہو یا مسلم پرسنل لاء کے تحفظ کی تحریک ہو یا بابری مسجد کا قضیہ نامرضیہ ہو۔ ہر مسئلہ پر حضرت موصوف دوٹوک رائے کا اظہار کرنے سے نہیں گھبراتے تھے۔

حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ نے اَسلاف کے سچے جانشین اور اکابر کے ورثے کے راہنما ہونے کے ناطے جمعیت علمائے ہند کے وقار اور اُس کے اثرات میں ہی اضافہ نہیں کیا بلکہ اُس کے وسائل وذرائع میں بھی اتنا اضافہ کیا کہ کسی ناگہانی آفت کے آجانے پر چندہ وصول ہونے سے پہلے ہی جمعیت علمائے ہند بروقت متأثرین کی خدمت انجام دے دیتی ہے۔

امیر الہند کی وسعتِ ظرفی :

اتنے اَوصاف سے متصف اور اکابر کے عظیم ورثہ کے راہنما ہونے کے باوجود اِس حالت میں کہ جمعیت علمائے ہند اور مولانا سید اسعد مدنی لازم وملزوم یا یک جان دوقالب تھے۔حضرت موصوف کا مزاج غیر معمولی طور پر شورائی تھا۔ جمعیت کے تمام فیصلے مجلس عاملہ کے اراکین محترم کے صلاح ومشورہ سے ہوتے تھے اور مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں بعض اوقات حضرت والا کی آراء سے اختلاف بھی کیا جاتا تھا مگر اس اختلافِ رائے کے باوجود تمام فیصلے اتفاق رائے یا کثرت رائے سے کیے جاتے تھے۔(جاری ہے)

ماہِ صفر .... احادیث مبارکہ کی روشنی میں

﴿ جناب محمد عدنان زکریا صاحب ﴾

ماہِ صفر کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے اِرشادات :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ (رَضِیَ اللّٰہُ تعَالٰی عَنْہُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ "لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ وَلَا ھَامَۃَ وَلَا صَفَرَ". (بخاری ج ۲ ص۸۵۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مرض کا لگ جانا، نحوست، اُلّو اور صفر یہ سب بے حقیقت باتیں ہیں"۔

عَنْ جَابِرٍ (رَضِیَ اللّٰہُ تعَالٰی عَنْہُ) قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ لَا عَدْوٰی وَلَا صَفَرَ وَلَا غُوْلَ".(مسلم ج ۲ ص۲۳۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرمارہے تھے: "مرض کا لگ جانا، صفر اور غول بیابانی سب (بے بنیاد) خیالات ہیں اِن کی کوئی حقیقت نہیں"۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ (رَضِیَ اللّٰہُ تعَالٰی عَنْہُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ "لَا عَدْوٰی وَلَا ھَامَۃَ وَلَا نَوْءَ وَلَا صَفَرَ". (مسلم ج ۲ ص۲۳۱)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا "مرض کا لگ جانا، اُلّو، ستارہ اور صفر یہ سب وہم پرستی کی باتیں ہیں اِن میں کوئی حقیقت نہیں"۔

مندرجہ بالا احادیثِ مبارکہ میں رحمتِ کائنات ﷺ نے صفر کے متعلق جتنے باطل نظریات (بے بنیاد) خیالات اور توہمات زمانہ جاہلیت میں عربوں کے اندر پائے جاتے تھے اُن سب کی صاف صاف نفی فرمادی اور کسی بھی قسم کے توہمات کی کوئی گنجائش نہیں رکھی۔

جہاں زمانہ جاہلیت کے توہمات کی اِن ارشادات سے تردید ہوگئی وہیں آپ ﷺ کے اِن ارشادات مبارکہ سے بعد کے زمانہ میں قیامت تک پیدا ہونے والے تمام غلط خیالات وتصورات کی نفی بھی ہوگئی کیونکہ آپ ﷺ کے یہ اِرشادات قیامت تک کے لیے ہیں اور ثابت ہوگیا کہ ماہ صفر میں ہرگز کوئی نحوست نہیں ہے اور آفات وبلیات وامراض بھی اِس مہینہ میں نازل نہیں ہوتے۔

مسلمانوں پر لازم ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات اور اِرشادات کو مضبوطی سے تھامیں اور قدیم وجدید جملہ توہمات سے اجتناب کریں۔

ماہِ صفر کے متعلق عوام الناس کے خیالات :

شیطان مسلمانوں کا ازلی دشمن ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں قسم کھا کر آیا ہے کہ میں ضرور مسلمانوں کو گمراہ کر کے رہوں گا، اُس کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ وہ مسلمانوں کو ایسے افعال واعمال میں مبتلا کر دے جن کا دین وشریعت سے دُور کا بھی واسطہ اور تعلق نہ ہو اور مسلمان اُن کو دین سمجھ کر کرتے رہیں اور انہیں توبہ کی بھی توفیق نہ ہو، اپنا ایمان بھی ضائع کر بیٹھیں اور ہاتھ بھی کچھ نہ آئے۔ ع

خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

چنانچہ شیطان اور اُس کے متبعین نے مسلمانوں میں بہت سی ایسی بے سروپا باتیں مشہور کر رکھی ہیں جن کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں :

''اور بعض جگہ صفر کی تیرہویں تاریخ کو کچھ گھونگھنیاں وغیرہ پکا کر تقسیم کرتے ہیں کہ اس کی نحوست سے حفاظت رہے۔ یہ اعتقاد شرع کے خلاف اور گناہ ہیں۔

بعض صفر کو ''تیرہ تیزی'' کہتے ہیں اور اِس کو نامبارک جانتے ہیں۔

بعض مقامات پر صفر کے آخری چہار شنبہ کو تہوار مناتے ہیں اور عیدی بھی دیتے ہیں جس کا یہ مضمون ہے :

آخری چہار شنبہ آیا ہے   غسلِ صحت نبی نے پایا ہے

اور مکتبوں میں چھٹی بھی ہوتی ہے۔ سو یہ ''ایجاد فی الدین'' ہے۔

ایک نواب زادہ نے اپنے معلم سے جو محقق تھے اس تاریخ میں عیدی مانگی۔ انہوں نے عیدی کے پیرایہ میں اِس رسم کی خوب نفی کی ہے :

آخری چہار شنبہ ماہِ صفر ہست چوں چہار شنبہ ہائے دگر
نہ حدیثی شدہ درآں واردا! نہ درو عید کرد پیغمبر!

''ماہِ صفر کا آخری چہار شنبہ دوسرے چہار شنبوں ہی کی طرح ہے۔ نہ تو اِس (کی فضیلت) کے متعلق کوئی حدیث آئی ہے نہ اِس دن نبی علیہ السلام نے عید منائی ہے''۔ (زوال السنۃ عن اعمال السنۃ صفحہ ۸)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھرویؒ صفر کے متعلق دورِ حاضر کے لوگوں کے خیالات بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

''آج کل بھی ماہِ صفر کے متعلق عام لوگوں کے ذہن میں مختلف خیالات جمے ہوئے ہیں جن میں سے چند حسبِ ذیل ہیں :

بعض لوگ ماہ صفر میں شادی بیاہ اور دیگر پُر مسرت تقریبات منعقد کرنے اور اہم اُمور کا افتتاح اور ابتداء کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ صَفَر میں کی ہوئی شادی صِفَر ہوگی (یعنی ناکام ہوگی) اور اس کی وجہ عموماً ذہنوں میں یہ ہوتی ہے کہ صفر کا مہینہ نامبارک اور منحوس مہینہ ہے، چنانچہ صفر کا مہینہ گزرنے کا انتظار کرتے ہیں اور پھر ربیع الاول کے مہینہ سے اپنی تقریبات شروع کردیتے ہیں۔ اس وہم پرستی کا دین سے کوئی واسطہ نہیں، یہ محض باطل ہے۔

بعض لوگ اِس دن گھروں میں اگر مٹی کے برتن ہوں تو اُن کو توڑ دیتے ہیں۔ اور اسی دن بعض لوگ چاندی کے چھلے اور تعویذات بنوا کر ماہ صفر کی نحوست، مصیبتوں اور بیماریوں سے بچنے کی غرض سے پہنا کرتے ہیں۔ یہ خالص وہم پرستی ہے جس کو ترک کرنا واجب ہے۔

چونکہ زمانۂ جاہلیت میں ماہ صفر کے متعلق بکثرت مصیبتیں اور بلائیں نازل ہونے کا اعتقاد تھا، اسی بنیاد پر مذہبی لوگوں نے بھی اس ماہ کو مصیبتوں اور آفتوں سے بھرپور قرار دیا ہے حتّٰی کہ

لاکھوں کے حساب سے آفات وبلیات کے نازل ہونے کی تعداد بھی نقل کردی ہے۔اور اِسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جلیل القدر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو بھی اِسی ماہ میں مبتلائے مصیبت ہونا قرار دیا ہے۔اور پھر خود ہی انہوں نے نماز کے خاص خاص طریقے بتلائے جن پر عمل کرنے سے عمل کرنے والا تمام مصائب وآلام سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہ سب من گھڑت اور اپنی طرف سے بنائی ہوئی باتیں ہیں جن کی قرآن وسنت سے کوئی سند نہیں ہے۔ کیونکہ جب بنیادی طور پر ماہ صفر میں مصیبتوں اور آفتوں کا نازل ہونا ہی باطل ہے اور جاہلیت اُولیٰ کا ایجاد کردہ نظریہ ہے اور حضور اقدس ﷺ نے اِس کو بالکل بے اصل اور بے بنیاد قرار دیا ہے تو اِس پر جو بنیاد رکھی جائے گی وہ بھی باطل اور غلط ہی ہوگی''۔ (صفر اور توہم پرستی صفحہ ۵ طبع صدیقی ٹرسٹ، کراچی)

ماہِ صفر سے متعلق ایک روایت کی وضاحت :

من گھڑت اور ایجاد کردہ باتوں کی کوئی بنیاد تو ہوتی نہیں لیکن جب جاہلوں سے یا اُن کے گمراہ کن راہنماؤں سے اُن کے باطل نظریات کی دلیل مانگی جاتی ہے تو وہ من گھڑت روایتیں اور غلط دلیلیں پیش کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ صفر کے منحوس ہونے کے متعلق بھی ایک روایت پیش کی جاتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ بَشَّرَنِیْ بِخُرُوْجِ صَفَرَ بَشَّرْتُہٗ بِالْجَنَّۃِ. (الموضوعات الکبرٰی ص ۲۲۴ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھے ماہ صفر گزرنے کی بشارت دے گا میں اُس کو جنت کی بشارت دوں گا''۔

اس روایت سے یہ لوگ ماہ صفر کے منحوس اور نامراد ہونے پر استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صفر میں نحوست تھی تب ہی تو نبی کریم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی اور صفر کے بسلامت گزرنے کی خبر دینے پر جنت کی بشارت دی تو اِس کے متعلق واضح ہو کہ :

(۱) اول تو ملا علی قاریؒ نے جو بڑے جلیل القدر محدث ہیں اپنی مشہور ومعروف کتاب ''الموضوعات الکبرٰی ''میں (جس میں موصوفؒ نے موضوع یعنی بے اصل اور من

گھڑت حدیثیں جمع کی ہیں) مذکورہ بالا حدیث ذکر کرکے فرمایا کہ '' لَا اَصْلَ لَہٗ '' کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔ لہٰذا مذکورہ روایت سے استدلال کرنا سراسر جہالت اور گمراہی کی بات ہے۔

(۲) دوسرے اگر اس روایت کے الفاظ پر غور کریں تو ان الفاظ میں کہیں بھی صفر کے منحوس ہونے پر کوئی اشارہ نہیں ہے۔ لہٰذا ان الفاظ سے ماہ صفر کو منحوس سمجھنا محض اختراع اور اپنا خیال ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

(۳) تھوڑی دیر کے لیے اِس روایت کے من گھڑت ہونے سے قطع نظر کرکے اگر اِس کے الفاظ پر غور کریں تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات ماہ ربیع الاول میں ہونے والی تھی اور آپ ﷺ موت کے بعد اللہ جل شانہٗ کی ملاقات کے مشتاق تھے جس کی وجہ سے آپ ﷺ کو ماہِ صفر کے گزرنے اور ربیع الاول کے شروع ہونے کا انتظار تھا اور ایسی خبر لانے پر آپ ﷺ نے اِس بشارت کو مرتب فرمایا۔ چنانچہ تصوف کی بعض کتابوں میں اِسی مقصد سے اس روایت کو ذکر کیا گیا ہے لیکن ماہِ صفر کی نحوست اس سے قطعاً ثابت نہیں ہوتی۔

ماہِ صفر اور تیرہ تیزی :

آج کل مسلمانوں میں اسلامی تعلیم کی کمی کی وجہ سے بعض ایسے خیالات پیدا ہوگئے ہیں جن کا دین وشریعت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ خواتین نے تو اِس مہینہ کا نام ہی '' تیرہ تیزی '' رکھ دیا ہے اور بعض جگہ اِس مہینہ کی تیرہ تاریخ کو چنے اُبال کر تقسیم کرتے ہیں تاکہ بلائیں ٹل جائیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ایسے تمام غلط عقیدوں کی اصلاح فرمائی ہے چنانچہ حدیث مبارک میں آتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

'' عَدْوٰی (چھوت چھات) اور ھَامُ (اُلّو) اور صفر کا مہینہ (جس کو لوگ منحوس سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرہ تیزی کے مہینے میں کوئی کام اچھا نہیں) اس کی کوئی حقیقت نہیں، بغیر حکمِ خداوندی کے کچھ نہیں ہوتا ''۔ (مؤطا امام مالک ص ۷۲۱)

بسلسلہ اصلاحِ خواتین

نیک اور دیندار عورتوں کے اَوصاف

﴿ ازافادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نیک اور دین دار عورتوں کے اَوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ :

مُسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَآئِبَاتٍ عٰبِدٰتٍ سَآئِحَاتٍ (سُورہ تحریم)

''وہ اسلام والیاں ہوں گی اور ایمان والیاں اور فرمابرداری کرنے والیاں اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے والیاں اور عبادت کرنے والیاں اور روزہ رکھنے والیاں ہوں گی۔''

اب میں اُن صفات کو بیان کرتا ہوں جو حق تعالیٰ نے (عورتوں کی نیکی اور) خیریت کے متعلق بیان فرمائے ہیں :

☆ مُسْلِمَاتٍ یعنی وہ عورتیں مسلمان ہوں گی اور اسلام جب ایمان کے مقابل مستعمل ہوتا ہے تو اِس سے عمل مراد ہوتا ہے (تو اِس کا مطلب یہ ہوا کہ) وہ احکامِ الٰہیہ کی اطاعت کرتی ہوں گی۔

☆ مُؤْمِنَاتٍ یعنی وہ ایمان والیاں ہوں گی۔ اِس میں عقائد کی درستگی کا بیان ہے کہ جن چیزوں کی تصدیق ضروری ہے جیسے توحید، رسالت ومعاد (برزخ، قیامت) وغیرہ، اِن سب پر اُن کا ایمان ہوگا۔

یہاں تک تو عقائد واعمال کا ذکر ہوا، آگے فرماتے ہیں۔

☆ قَانِتَاتٍ یعنی وہ صاحبِ قنوت ہوں گی جس کے معنٰی خشوع وخضوع کے ہیں۔ میرے نزدیک اِس میں حال کی طرف اشارہ ہے کہ ایمان واسلام کے ساتھ وہ صاحبِ حال بھی ہوں گی جس میں اصل چیز خشوع و خضوع ہے۔

قَانِتَاتٍ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ ''وہ شوہر کی اطاعت گزار ہوں گی۔''

○ تَآئِبَاتٍ یعنی وہ توبہ کرنے والی ہوں گی، یعنی وہ عمل کے ساتھ توبہ کرنے والی ہوں گی۔ یعنی وہ عورتیں ایسی ہوں گی کہ عمل کے باوجود اپنی کوتاہی (اور گناہوں) سے توبہ کریں گی۔

○ عٰبِدٰتٍ یعنی وہ عورتیں عبادت کرنے والی ہوں گی، یعنی توبہ کے بعد بھی وہ عبادت اور عمل میں

کوتاہی نہ کریں گی بلکہ پہلے سے زیادہ کوشش کریں گی۔ ہماری طرح نہ ہوں گی کہ ہم توبہ کے بھروسہ پر گناہ بھی کرتے ہیں اور عمل میں کوتاہی بھی کرتے ہیں۔

○ سَآئِحَاتٍ جمہور سلف نے سَآئِحَاتٍ کی تفسیر صَآئِمَاتٍ (روزہ والیاں) سے کی ہے کہ وہ بیبیاں روزہ رکھنے والی ہوں گی۔

سَآئِحَاتٍ کی اصل تفسیر صَآئِمَاتٍ ہے۔ اکثر مفسرین نے سَآئِحَاتٍ کی یہی تفسیر کی ہے۔ جب یہ معلوم ہوگیا کہ سَآئِحَاتٍ کی تفسیر روزہ رکھنے والیاں ہیں تو اِس سے معلوم ہوا کہ روزہ بڑی عبادت ہے، کیونکہ تعمیم کے بعد تخصیص اہتمام کے لیے ہوتی ہے۔ حالانکہ مسلمات اور عابدات میں روزہ بھی داخل تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اِس کو اہتمام کے ساتھ الگ بیان فرمایا ہے جس سے اِس کی خاص عظمت اور فضیلت معلوم ہوئی کہ یہ بہت بڑی عبادت ہے۔ (النسواں فی رمضان ملحقہ فضائل صوم وصلوٰۃ ص ۲۱۹ و ۲۳۷)

دینِ اسلام :

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (سُورہ آل عمران)

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلاشبہ سچا دین اللہ کے نزدیک یہی اسلام ہے''۔

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (سُورہ آل عمران)

''جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا تو وہ اِس سے مقبول نہ ہوگا۔ اور وہ شخص آخرت میں تباہ کاروں میں ہوگا''۔

وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَیَمُتْ وَھُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ (البقرۃ ۲۱۷)

''جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے اور پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مرجائے تو ایسے لوگوں کے نیک اعمال دُنیا و آخرت میں سب غارت ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے''۔

فائدہ : بندوں کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ اور اِرادہ دیا ہے جس سے وہ گناہ اور ثواب کا کام اپنے اختیار سے

کرتے ہیں۔ گناہ کے کام سے اللہ تعالیٰ ناراض اور ثواب کے کام سے خوش ہوتے ہیں۔

عمر بھر کوئی کیسا ہی بھلا برا ہو مگر جس حالت پر خاتمہ ہوتا ہے اُسی کے موافق جزاء وسزا ہوتی ہے۔ (تعلیم الدین ص۱۲)۔

دین کے اجزاء :

دین کے پانچ اجزاء (حصّے) ہیں :

پہلا جزء : ایک جز تو ہے عقائد کہ دل سے اور زبان سے یہ اِقرار کرنا کہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے جس چیز کی جس طور پر خبر دی ہے وہی حق ہے۔ اِس کی تفصیل عقائد کی کتابوں سے معلوم ہوگی۔

دوسرا جزء : عبادات ہیں۔ یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ

تیسرا جزء : معاملات ہیں۔ یعنی نکاح وطلاق کے احکام اور کفارات، بیع وشراء اجارۃ، زراعت یعنی لین دین، خرید وفروخت، تجارت وکاشتکاری وغیرہ۔ اور اِن کے جزءِ دین ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ شریعت یہ سکھاتی ہے کہ کھیتی اس طرح بویا کرو اور تجارت فلاں چیز کی کیا کرو بلکہ شریعت یہ بتلاتی ہے کہ کسی پر ظلم وزیادتی مت کرو اور اس طرح معاملہ نہ کرو جس میں نزاع (یعنی جھگڑے) کا اندیشہ ہو۔ غرض جائز وناجائز کو بیان کیا جاتا ہے (جس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے)۔

چوتھا جزء : معاشرت ہے۔ یعنی اُٹھنا بیٹھنا، مِلنا جُلنا، مہمان بننا، کسی کے گھر پر کس طرح جانا چاہیے اور اِس کے کیا آداب ہیں؟ بیوی بچوں، رشتہ داروں، اجنبیوں اور نوکروں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے۔

پانچواں جزء : اخلاق اور اصلاحِ نفس ہے۔

یہ پانچ اجزاء دین کے ہیں۔ اِن پانچوں کے مجموعہ کا نام ''دین'' ہے۔ اگر کسی میں ایک جزء بھی اِن میں سے کم ہو تو وہ دین میں ناقص ہے۔ جیسے کسی کا ایک ہاتھ نہ ہو وہ پیدائش میں ناقص ہے۔

حسین (خوبصورت) وہ ہے جس کی ناک، کان، آنکھ سب ہی حسین ہوں، اگر سب چیزیں اچھی ہوں مگر آنکھوں سے اندھا ہو یا ناک کٹی ہو تو وہ حسین نہیں۔ اسی طرح دیندار وہ ہے جو تمام شعبوں کا جامع ہو۔

اب دیکھ لیجیے کہ ہم نے اِن پانچوں کا کتنا اہتمام کر رکھا ہے۔ حالت یہ ہے کہ بعض لوگوں نے عقائد و عبادات کو کم کر رکھا ہے۔ عقائد میں توحید رسالت کے متعلق جو گڑبڑ کر رکھی ہے سب ہی جانتے ہیں۔ عقائد میں

کتاب وسنت کو چھوڑ کر رسوم و بدعات کو داخل کرلیا، اولیاء اللہ کو انبیاء کے درجہ سے متجاوز کردیا، انبیاء کو خدا کے درجہ سے آگے بڑھا دیا۔

دوسرا جزء : عبادات کا ہے۔ اِن کے متعلق معلوم ہے کہ نماز کی پابندی کتنے لوگ کرتے ہیں، روزہ کتنے لوگ رکھتے ہیں، زکوٰۃ کتنے لوگ ادا کرتے ہیں، حج کتنے لوگوں نے ادا کیا۔

تیسرا جزء : معاملات کا ہے۔ معاملات کی حالت تو یہ ہے کہ بڑے بڑے دیندار لوگ معاملات کو دین ہی نہیں سمجھتے، حالانکہ معاملات کا دین میں داخل ہونا بدیہی ہے۔

چوتھا جزء : معاشرت ہے۔ اِس کی جو گت بنائی ہے سب ہی واقف ہیں۔ شادی، غمی میں جس طرح جی چاہتا ہے کرتے ہیں، نہ اُن کو کسی سے پوچھنے کی ضرورت، نہ فتویٰ لینے کی ضرورت، جو کچھ بیگم صاحبہ نے کہہ دیا وہی کرلیا، گویا وہی شریعت کی مفتی ہیں۔

پانچواں جزء : اَخلاق ہے۔ اس میں حالت یہ ہے کہ دیندار لوگوں کو بھی اِس کی فکر تو ہوتی ہے کہ سارا لباس، داڑھی شریعت کے موافق ہو لیکن اَخلاق کو دیکھئے تو اِس قدر خراب کہ گویا شریعت کی ہوا بھی نہیں لگی (وعظ تفصیل الدین۔ طریق النجاۃ ملحقہ دین و دُنیا ص ۱۵ التجدید تعلم ص ۲۲۷)

بقیہ : حضرت فاطمہؓ کے مناقب

اور وجہ معقول ہے اور اجتماع وجوہات تسمیہ مذموم نہیں بلکہ محمود ہے۔ واضح ہو کہ بخاری کی صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع بنات آدمؑ پر حیض مسلط کیا گیا ہے جس کے عموم میں حضرت فاطمہ ؓ بھی داخل ہیں اور حیض و نفاس باہم متلازم ہیں جیسا کہ اہل تجربہ و اہل طب پر مخفی نہیں اور جو حدیث یہاں ذکر کی گئی وہ ضعیف ہے پس بخاری کی حدیث مقدم کی جاوے گی لیکن اگر حدیث مذکور بسند حسن ثابت ہو جاوے تو مخصص حدیث بخاری ہو جاوے گی پس علماء سعی فرماویں شاید کوئی سند مجتمع بہ مل جاوے اِسی خیال سے یہ درج کردی گئی ہے۔ (جاری ہے)

نبوی لیل ونہار

﴿ حضرت مولانا سعد حسن صاحب ٹونکی ﴾

آنحضرت ﷺ کے خصالِ حمیدہ چھینک کے بارے میں :

☆ آنحضرت ﷺ چھینک لیتے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فرماتے۔ اگر کوئی ہم جلیس جواب میں یَرْحَمُكَ اللّٰہُ کہتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ سے اِس کا جواب دیتے۔

☆ غیر مذاہب والوں کی چھینک کا جواب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یَھْدِ یْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ سے دیتے یَرْحَمُکُمُ اللّٰہُ سے اُن کو جواب دینا ناپسند فرماتے۔

☆ آنحضرت ﷺ چھینک بہت پست آواز سے لیتے اور اِسی کو پسند فرماتے۔

☆ آنحضرت ﷺ چھینک لیتے وقت اپنے منہ پر دستِ مبارک رکھ لیتے اور کبھی کپڑا منہ پر رکھ لیا کرتے۔

☆ چھینک لینے والے کی چھینک کا جواب دو مرتبہ تک دیتے۔ اسکے بعد اگر اس کو چھینک آتی تو آپ ﷺ فرماتے اَلرَّجُلُ مَزْکُوْمٌ یعنی اس آدمی کو تو زکام ہوگیا ہے (گویا اب جواب دینے کی ضرورت نہیں)۔

☆ جو شخص چھینک لینے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نہ کہتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی چھینک کا جواب نہیں دیتے۔ اگر وہ شکایت بھی کرتا تو ارشادِ عالی ہوتا کہ بھئی تم چھینک کے بعد اللہ کو بھول گئے لہٰذا ہم تم کو بھول گئے۔

آنحضرت ﷺ کی عاداتِ ستودہ قضائے حاجت کے بارے میں :

☆ آنحضرت ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو بایاں قدم پہلے اندر رکھتے اور جب باہر نکلتے تو دایاں قدم پہلے باہر رکھتے۔

☆ جب پائخانہ میں جاتے تو یہ دُعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ.

☆ جب آپ ﷺ پائخانہ سے باہر آتے تو یہ دعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی

اَلْاَذٰی وَعَافَانِیْ .

☆ جب آپ ﷺ رفعِ حاجت کو بیٹھتے تو جب تک آپ ﷺ زمین سے بالکل قریب نہ ہوجاتے، اپنا ستر نہیں کھولتے۔

☆ جب قضائے حاجت کے لیے جنگل جاتے تو اتنی دُور جاتے کہ نظروں سے غائب ہوجاتے بلکہ بعض وقت شہر سے دودو میل دُور نکل جاتے اور پھر رفعِ حاجت کے لیے بیٹھتے۔

☆ آپ ﷺ پیشاب کرنا چاہتے تو نرم زمین کی تلاش رہتی۔ اگر آپ ﷺ کو نرم زمین نہ ملتی تو لکڑی یا کسی اور چیز سے سخت زمین کو کھود کر نرم کر لیتے پھر پیشاب کرنے بیٹھتے۔

☆ جب آپ ﷺ پائخانہ میں جاتے تو جوتے پہنتے سر مبارک کو ڈھکتے اور انگوٹھی اُتارتے۔

☆ جب آپ ﷺ ازواجِ مطہرات میں کسی سے قربت فرماتے تو بھی سر مبارک کو ضرور ڈھک لیا کرتے۔

☆ پیشاب کرنے کے لیے اُکڑو بیٹھتے تو رانوں کے درمیان کافی فاصلہ چھوڑتے۔

☆ آبدست لینے کے بعد اُلٹے ہاتھ کو مٹی سے رگڑ کر دھوتے اور پاک کرتے۔

☆ قضائے حاجت کو بیٹھنے کے لیے ریت یا مٹی کا ٹیلہ یا پتھروں کی ٹیکری یا کسی کھجور وغیرہ کی آڑ کو بہت پسند فرماتے۔

☆ آنحضرت ﷺ رفعِ حاجت کے لیے بیٹھتے تو قبلے کی طرف نہ منہ کرتے اور نہ پُشت بلکہ یا تو جنوب کی طرف رُخ کر کے بیٹھتے یا شمال کی جانب۔

☆ قضائے حاجت کے بعد آپ ﷺ صفائی کے لیے مٹی کے ڈھیلے ضرور لے کر جاتے اور وہ تعداد میں ہمیشہ طاق ہوتے۔

آنحضرت ﷺ کی عاداتِ برگزیدہ چلنے میں :

☆ چلتے وقت انحضرت ﷺ اپنے بدن کو آگے کی طرف جھوک دے کر چلتے جس طرح کہ کوئی بلندی سے پستی کی طرف اُتر رہا ہو۔

☆ آپ ﷺ قدم لمبے لمبے رکھتے اور قدم اُٹھا کر رکھتے۔ قدم گھسیٹ کر نہیں چلتے۔

☆ آپ ﷺ ایسے تیز چلتے کہ معمولی رفتار والا آپ ﷺ کے ساتھ چلنے سے قاصر رہتا۔

☆ آپ ﷺ جب اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ چلتے تو سب سے پیچھے آپ ﷺ ہی چلتے اور اپنے سب ساتھیوں کو اپنے آگے رکھتے، فرماتے کہ میرے پیچھے فرشتوں کو چلنے دو۔

☆ آپ ﷺ چلتے وقت بدن کو ڈھیلا نہیں چھوڑتے بلکہ بدن کو چست اور سمٹا ہوا رکھتے۔

☆ چلتے وقت دائیں بائیں کبھی نہیں دیکھتے اِسی وجہ سے آپ ﷺ کی چادر بعض وقت کسی درخت یا کسی اور چیز سے اُلجھ جاتی۔

☆ آپ ﷺ چلنے میں کسی چیز کی طرف مُڑ کر دیکھتے تو پورے جسم سے مُڑتے صرف گردن یا نظر نہیں پھیرتے۔

☆ چلتے وقت کبھی آپ ﷺ اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ کر چلتے۔

☆ چلتے وقت آپ ﷺ اپنے تہبند کو پیچھے سے اُٹھا لیتے۔

گلدستۂ احادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، مدرس جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

علم تین ہیں :

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْعِلْمُ ثَلٰثَۃٌ آیَۃٌ مُّحْکَمَۃٌ اَوْ سُنَّۃٌ قَائِمَۃٌ اَوْ فَرِیْضَۃٌ عَادِلَۃٌ ، وَمَاکَانَ سِوٰی ذَالِکَ فَھُوَ فَضْلٌ"(ابو داوٗد، ابنِ ماجہ بحوالہ مشکوۃ ص ۳۵)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم تین ہیں (۱) آیتِ محکمہ (۲) سنتِ قائمہ (۳) فریضہ عادلہ، اِن کے علاوہ جو کچھ ہے وہ زائد ہے۔

فائدہ : حدیث پاک کا مطلب (واللہ اعلم) یا تو یہ ہے کہ علمِ دین کی تین قسمیں ہیں۔ آیتِ محکمہ کا علم، سنتِ قائمہ کا علم اور فریضۂ عادلہ کا علم۔ یا یہ مطلب ہے کہ علمِ دین کی بنیاد تین چیزوں پر ہے۔

(۱) آیتِ محکمہ: قرآن پاک کی وہ آیات جن کا حکم منسوخ نہ ہو اور مراد بھی واضح ہو، چونکہ اصل قرآن آیاتِ محکمات ہی ہیں اس لیے اس موقع پر صرف اِنہی کا تذکرہ کیا گیا۔

(۲) سنتِ قائمہ: وہ احادیث جن کا ثبوت صحیح طریق سے ہو چکا ہو اور وہ غیر منسوخ اور معمول بہ ہوں۔

(۳) فریضہ عادلہ: اِس سے مراد اجماعِ اُمت اور قیاس شرعی ہیں، ان کو فریضہ اس لیے کہا گیا ہے کہ اِن پر بھی اِسی طرح عمل کرنا ضروری ہے جس طرح کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ پر، کیونکہ عادِلَہ کے معنٰی مُسَاوِیَۃ کے ہوتے ہیں۔

اِس حدیث شریف میں اِس طرف اشارہ ہوا کہ دین وشریعت کی بنیاد چار چیزوں پر ہے۔ (۱) کتاب اللہ (۲) سنتِ رسول اللہ (۳) اجماعِ اُمت (۴) قیاس شرعی، اِن کے علاوہ جو کچھ ہے وہ زائد ہے یعنی وہ دلیل شرعی نہیں بن سکتا۔ جو لوگ صرف قرآن کو حجت مانتے ہیں اور وہ لوگ جو کتاب وسنت فقط دو کو حجت مانتے ہیں اجماعِ اُمت اور قیاس شرعی کو حجت نہیں مانتے، اُنہیں اِس حدیث پر نظر کر لینی چاہیے کہ اِس سے چاروں کا حجت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

تین قسم کے لوگ جن سے اللہ تعالیٰ کو سخت نفرت ہے :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَبْغَضُ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ ثَلٰثَةٌ مُلْحِدٌ فِى الْحَرَمِ وَمُبْتَغٍ فِى الْاِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِيُهْرِيْقَ دَمَهٗ ! (بخاری بحوالہ مشکوٰۃ ص۲۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو تین قسم کے لوگوں سے سخت ترین نفرت ہے: (۱) حرم میں بیٹھ کر اِلحاد اور کجروی پھیلانے والے (۲) اسلام میں زمانۂ جاہلیت کے طریقے ڈھونڈنے والے (۳) کسی مسلمان کے خون ناحق کے طلبگار تاکہ اُس کی خونریزی کریں۔

فائدہ : اِس حدیث پاک میں بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تین قسم کے لوگوں سے سخت قسم کی نفرت ہے۔

پہلا وہ شخص جسے اللہ نے اپنے گھر آنے کی سعادت بخشی۔ اِسے چاہیے تو یہ تھا کہ اِس پر اللہ کا شکرادا کرتا اور وہاں رہ کر طاعت وعبادت اور دین کی خدمت ومحنت میں لگتا مگر یہ اِس کے بجائے حرم میں بیٹھ کر اِلحاد و کجروی اختیار کرتا ہے۔ دین کی خدمت ومحنت تو کیا کرتا دین کو سبوتاژ کرتا ہے اور وہ کام کرتا ہے جو دین اور شریعت کے سراسر خلاف ہیں۔ اِس حدیث پاک کو آج کل کے اُن مدعیانِ عمل بالحدیث کو بھی سامنے رکھنا چاہیے جو حرمین میں بیٹھ کر ائمۂ مجتہدین خاص کر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو بُرا کہہ رہے ہیں، صوفیاء کرام پر کیچڑ اُچھال رہے ہیں، اکابر اولیاء اللہ کو مشرک اور بے دین قرار دے رہے ہیں، اپنے مزعومات اور خودساختہ افکار ونظریات کو دین بنا کر زبردستی لوگوں پر ٹھونس رہے ہیں، عوام الناس کو فقہ، وفقہاء، تصوف اور صوفیاء سے نفرت دِلا رہے ہیں۔

دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے ایمان واسلام کی دولت سے نوازا، اِسے چاہیے تو یہ تھا کہ اسلامی احکام کو اپناتا اور اتباعِ شریعت کرتا، لیکن یہ اِسکے بجائے زمانۂ جاہلیت کے طور وطریقوں اور غیر اسلامی رسم ورواج کو اپناتا ہے۔

تیسرا وہ شخص ہے جو کسی مسلمان کا ناحق خون بہانے کا طلبگار ہو۔ حدیث پاک کے اِس جملہ میں اُن لوگوں کو سخت قسم کی تنبیہ کی گئی ہے جو کسی مسلمان کو ناحق قتل کرتے ہیں اس لیے کہ اِس حدیث میں کسی مسلمان کی خونریزی کی محض طلب اور خواہش رکھنے والے کے بارہ میں بتلایا گیا ہے کہ اللہ کو اِس سے سخت نفرت ہے حالانکہ اِس نے قتل کیا نہیں تو جو شخص قتل بھی کردے اُس کا کیا انجام ہوگا، اِس سے اللہ کتنے سخت ناراض ہوں گے۔

اُمور تین قسم کے ہیں :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْاَمْرُ ثَلٰثَۃٌ اَمْرٌ بَیِّنٌ رُشْدُہٗ فَاتَّبِعْہُ وَاَمْرٌ بَیِّنٌ غَیُّہٗ فَاجْتَنِبْہُ ، وَاَمْرٌ اخْتُلِفَ فِیْہِ فَکِلْہُ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ (مسند احمد بحوالہ مشکوۃ ص ۳۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُمور تین طرح کے ہیں: (۱) ایک وہ جن کا ہدایت ہونا ظاہر ہے اِن کی اتباع کرو (۲) دوم وہ جن کا گمراہی ہونا ظاہر ہے اُن سے بچو (۳) سوم وہ جو مختلف فیہ ہیں اِن کو اللہ کے سپرد کردو۔

فائدہ : حدیث پاک میں جن اُمور کا ہدایت ہونا بتلایا گیا ہے اُن سے مراد وہ اُمور ہیں جن کا حق اور صحیح ہونا کتاب وسنت سے ثابت ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ دینی احکام۔ اِن کے بارہ میں فرمایا گیا ہے کہ اِن کی پیروی کرو۔

اور جن اُمور کا گمراہی ہونا بتلایا گیا ہے اُن سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کا باطل وغلط ہونا واضح طور پر معلوم ہے جیسے کفار کے طور طریقے اور اُن کے رسم ورواج، ان کے بارہ میں فرمایا گیا ہے کہ ان سے بچو۔

اور مختلف فیہ اُمور سے مراد یا تو وہ چیزیں ہیں جن کا حکم مشتبہ اور مخفی ہو یا وہ چیزیں ہیں جن کا حکم اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے نہ بتلایا ہو اور لوگ اُس کی تعیین میں اختلاف کرنے لگے ہوں جیسے آیات متشابہات وغیرہ۔ اِن کے بارہ میں فرمایا گیا ہے کہ ایسی چیزوں کے بارہ میں اپنی طرف سے کچھ نہ کہو بلکہ اِن کی حقیقی مراد کا تعین اللہ کے سپرد کردو وہی بہتر جاننے والے ہیں۔

دینی مسائل

﴿ جمعہ کی نماز کا بیان ﴾

جمعہ کے فضائل :

(۱) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمام دِنوں سے بہتر جمعہ کا دن ہے۔

(۲) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اُس وقت اللہ سے دُعا کرے تو ضرور قبول ہو۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے شرح سفرالسعادت میں دو قولوں کو ترجیح دی ہے۔

(الف) یہ کہ وہ ساعت خطبہ پڑھنے کے وقت سے نماز ختم ہونے تک ہے۔

(ب) یہ کہ وہ ساعت اخیر دن میں ہے اور اِس دوسرے قول کو ایک کثیر جماعت نے اختیار کیا ہے، اور بہت سی صحیح احادیث اِس کی مؤید ہیں۔ شیخ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جمعہ کے دن کسی خادمہ کو حکم دیتی تھیں کہ جب جمعہ کا دن ختم ہونے لگے تو اُن کو خبر کردے تاکہ وہ اُس وقت ذکر و دُعا میں مشغول ہوجائیں۔

(۳) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کا دن افضل ہے۔ اِس دن کثرت سے مجھ پر درود شریف پڑھا کرو، وہ اِسی دن میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ پر کیسے پیش کیا جاتا ہے حالانکہ بعد وفات آپ کی ہڈیاں بھی نہ ہوں گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے زمین پر انبیاء علیہم السلام کا بدن حرام کردیا ہے۔

جمعہ کے آداب :

(۱) ہر مسلمان کو چاہیے کہ جمعہ کا اہتمام جمعرات کے دن سے کرے۔ جمعرات کے دن عصر کے بعد استغفار وغیرہ زیادہ کرے اور اپنے پہننے کے کپڑے صاف رکھے۔ اگر خوشبو گھر میں نہ ہو اور ممکن ہو تو اِسی دن لاکر رکھے تاکہ پھر جمعہ کے دن ان کاموں میں اُس کو مشغول نہ ہونا پڑے۔

(۲) پھر جمعہ کے دن غسل کرے۔ سر کے بالوں کو اور بدن کو خوب صاف کرے، اور مسواک کرنا بھی

اِس دن بہت فضیلت رکھتا ہے۔

(۳) جمعہ کے دن غسل کے بعد عمدہ سے عمدہ کپڑے جو اُس کے پاس ہوں پہنے اور ممکن ہو تو خوشبو لگائے اور ناخن وغیرہ بھی کتروائے۔

(۴) جامع مسجد میں بہت سویرے جائے، جو شخص جتنی جلدی جائیگا اُسی قدر اُس کو ثواب زیادہ ملے گا۔

(۵) جمعہ کی نماز کے لیے پا پیادہ جانے میں ہر قدم پر ایک سال روزہ رکھنے کا ثواب ملتا ہے۔

(۶) جمعہ کے دن خواہ نماز سے پہلے یا پیچھے سورۂ کہف پڑھنے میں بہت ثواب ہے۔

(۷) نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۂ الم سجدہ اور سورۃ الدھر پڑھتے تھے۔ لہٰذا اِن سورتوں کو جمعہ کے دن فجر کی نماز میں مستحب سمجھ کر پڑھا کرے۔ کبھی کبھی ترک بھی کردے تاکہ لوگوں کو اِس کے واجب ہونے کا خیال نہ ہو۔

(۸) جمعہ کی نماز میں نبی ﷺ سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون یا سورۂ اعلیٰ اور سورۂ غاشیہ پڑھتے تھے۔

نماز جمعہ پڑھنے کا طریقہ :

جمعہ کی پہلی اذان ہونے کے بعد خطبہ کی اذان ہونے سے پہلے چار رکعت سنت پڑھے، یہ سنت مؤکدہ ہیں۔ پھر خطبہ کے بعد جمعہ کے دو رکعت فرض امام کے ساتھ پڑھے۔ پھر چار رکعت سنت پڑھے، یہ سنتیں بھی مؤکدہ ہیں۔ پھر اِن کے بعد دو رکعت سنت پڑھے، یہ دو رکعت بھی بعض حضرات کے نزدیک مؤکدہ ہیں۔

نماز جمعہ فرض ہونے کی شرطیں :

(۱) آزاد ہونا، غلام پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

(۲) مرد ہونا، عورت پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

(۳) تندرست ہونا، مریض پر جمعہ فرض نہیں۔ مریض سے مراد وہ ہے جو جمعہ کے لیے پا پیادہ مسجد تک نہ جا سکتا ہو یا چلا تو جائے گا مگر مرض بڑھ جائے گا یا دیر سے اچھا ہوگا۔

ایسا تیماردار کہ جس کے چلے جانے سے بیمار کی خبر گیری کوئی نہیں کرے گا اور بیمار کو نقصان ہوگا بیمار کے حکم میں ہے کہ اِس پر بھی جمعہ واجب نہیں۔ بڑھاپے کی وجہ سے اگر کوئی شخص کمزور ہو گیا ہو کہ مسجد تک نہ جا سکے تو اُس پر بھی نمازِ جمعہ فرض نہیں۔

(۴) بینا ہونا، ایسا نابینا جو خود مسجد تک بلا تکلف نہ جا سکتا ہو اُس پر جمعہ فرض نہیں۔ جو اندھا اذان کے وقت مسجد میں ہو یا جو بلا تکلف بغیر کسی کی مدد کے راستوں میں چلتا پھرتا ہے اِس پر جمعہ فرض ہے۔

(۵) شہر میں مقیم ہونا، مسافر پر نماز جمعہ فرض نہیں۔

(۶) جماعت کے ترک کرنے کے لیے جو عذر اُوپر بیان ہو چکے ہیں اُن سے خالی ہونا۔ اگر اُن عذروں میں سے کوئی عذر موجود ہو تو نماز جمعہ واجب نہ ہوگی۔

(۷) اور نمازوں کے فرض ہونے کی جو شرطیں ہیں وہ بھی اِس میں معتبر ہیں یعنی عاقل ہونا، بالغ ہونا، مسلمان ہونا۔

مسئلہ : اگر کوئی شخص اِن شرطوں کے نہ پائے جانے کے باوجود نماز جمعہ پڑھ لے تو اِس کی جمعہ کی نماز ہوجائے گی اور اِس کو ظہر کی نماز نہ پڑھنی ہوگی۔ مثلاً کوئی مسافر یا کوئی عورت جمعہ کی نماز پڑھ لے بلکہ اِن میں جو مرد مکلّف ہو اُس کے لیے جمعہ پڑھنا افضل ہے البتہ عورت کے لیے اپنے گھر میں ظہر کی نماز پڑھنا افضل ہے۔

نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی شرطیں :

(۱) شہر یا قصبہ یا اُس کا فناء ہو۔ گاؤں میں یا جنگل میں نماز جمعہ درست نہیں۔

قصبہ اُس مستقل آبادی کو کہتے ہیں جہاں ایسا بازار ہو جس میں تیس چالیس متصل اور مستقل دُکانیں ہوں اور بازار روزانہ لگتا ہو اور اُس بازار میں روزمرہ کی ضروریات ملتی ہوں، مثلاً جوتہ کی دُکان بھی ہو اور کپڑے کی بھی۔ غلہ اور کریانہ کی بھی ہو اور دودھ، گھی کی بھی، وہاں ڈاکٹر یا حکیم بھی ہو اور معمار و مستری بھی ہوں وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ ازیں وہاں گلی محلے ہوں۔

(۲) ظہر کا وقت ہو۔ پس ظہر کے وقت سے پہلے اور ظہر کا وقت نکل جانے کے بعد نماز جمعہ درست نہیں حتّٰی کہ اگر نماز جمعہ پڑھنے کی حالت میں وقت جاتا رہے تو نماز فاسد ہوجائے گی اگرچہ قعدۂ اخیرہ بقدرِ تشہد کے ہو چکا ہو اور اسی وجہ سے نماز جمعہ قضا نہیں پڑھی جاتی۔

(۳) ظہر کے وقت میں نماز جمعہ سے پہلے خطبہ یعنی لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔

(۴) جماعت یعنی امام کے سوا کم سے کم تین آدمیوں کا شروع خطبہ سے پہلی رکعت کے سجدہ تک موجود رہنا گو وہ تین آدمی جو خطبے کے وقت تھے اور ہوں اور نماز کے وقت اور ہوں۔ مگر یہ شرط ہے کہ یہ تین آدمی ایسے

ہوں جو امامت کر سکیں۔ پس اگر صرف عورتیں یا نابالغ لڑکے ہوں تو نماز نہ ہوگی۔

اگر سجدہ کرنے سے پہلے لوگ چلے جائیں اور تین آدمیوں سے کم باقی رہ جائیں یا کوئی بھی نہ رہے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ ہاں اگر سجدہ کرنے کے بعد چلے جائیں تو پھر کچھ حرج نہیں۔ امام اور باقی نمازیوں کی نماز درست رہے گی۔

(۵) عام اجازت کے ساتھ اور اذان واشتہار کے ساتھ نماز جمعہ کا پڑھنا۔ پس کسی خاص مقام پر چھپ کر نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں۔

مسئلہ : فوج کی یونٹیں جب مشق کے لیے جنگلوں اور ویران علاقوں میں نکل جائیں اور وہاں خیمے لگا کے رہیں تو یہ لوگ جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز پڑھیں کیونکہ جمعہ کے لیے شہر یا قصبہ ہونا ضروری ہے۔

مسئلہ : جس شہر میں جمعہ متعدد جگہوں پر ہوتا ہو وہاں کی جیل میں جمعہ پڑھنا جائز ہے جبکہ جیل میں باہر سے کسی غیر متعلقہ آدمی کو آنے کی اجازت نہ ہو۔

اسی طرح شہر یا فناءِ شہر میں واقع چھاؤنی یا قلعہ میں نماز جمعہ ادا کرنا درست ہے اگرچہ اُن میں دوسرے لوگ نہ آسکتے ہیں کیونکہ مقصود نماز سے روکنا نہیں ہے بلکہ انتظام مقصود ہے۔ یہی حکم شہر یا فناءِ شہر میں واقع سٹیشن کے پلیٹ فارم کا ہے۔

مسئلہ : فناءِ شہر وہ جگہ ہوتی ہے جو شہر کی ضرورتوں اور مصلحتوں کیلیے متعین ہو مثلاً قبرستان، کوڑا ڈالنے یا گھوڑ دوڑ یا جنگی مشق اور چاند ماری، فوجی اجتماع وغیرہ کے لیے میدان، ہوائی اڈہ اور ریلوے اسٹیشن وغیرہ۔

فناءِ شہر کا شہر سے اتصال ضروری نہیں اور بیچ میں کھیتوں کے ہونے سے فرق نہیں پڑتا۔ فناءِ شہر کے لیے حدود مقرر نہیں ہیں بلکہ یہ ہر شہر کی ضرورتوں کے مطابق ہوتی ہیں۔

مسئلہ : جو شخص شہر سے قریب کسی گاؤں میں رہتا ہو اور بیچ میں کھیت یا چراگاہ پڑتی ہو لیکن وہ گاؤں مستقل آبادی شمار ہوتی ہو، شہر یا فناءِ شہر میں اُس کا شمار نہیں ہوتا تو اگرچہ درمیان کا فاصلہ تھوڑا ہو اور شہر سے اذان کی آواز گاؤں میں پہنچتی ہو، گاؤں والوں پر جمعہ فرض نہیں۔

مسئلہ : جمعہ کے لیے مسجد کا ہونا ضروری نہیں ہے، لیکن محض لاپرواہی سے یا آسانی کی خاطر اس کو معمول بنالینا مکروہ تحریمی ہے۔ (جاری ہے)

اخبارالجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۲۸ رجنوری کو مولانا خلیل صاحب مدرس جامعہ مدنیہ جدید حج سے بخیریت واپس تشریف لے آئے۔

یکم فروری کو حضرت مولانا حسن صاحب مدرس جامعہ مدنیہ جدید حج سے بخیریت واپس تشریف لے آئے۔

۷ رفروری کو جامعہ مدنیہ جدید میں حضرت مولانا سیّد اَسعد صاحب مدنی رحمہ اللہ کی یاد میں اساتذہ کرام اور طلباء کا ایک تعزیتی جلسہ ہوا جس میں حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب نے آپ کی مذہبی، قومی وملّی خدمات پر تفصیل سے بیان فرمایا اور آخر میں حضرتؒ کے لیے دعائے مغفرت ہوئی۔

۸ رفروری کو مولانا سید مسعود میاں صاحب دن کے گیارہ بجے حج سے بخیریت واپس تشریف لے آئے۔

۸ رفروری کو جناب حافظ تنویر احمد صاحب شریفی کراچی سے تشریف لائے، مولانا سید محمود میاں صاحب سے ملاقات کی اور جامعہ مدنیہ جدید تشریف لے گئے۔

جامعہ مدنیہ جدید کے تقریباً 400 طلباء نے ۹ راور ۱۰ رمحرم کا روزہ رکھا، بحمد اللہ۔

۱۴ رفروری کو حضرت مولانا امین صاحبؒ اوکاڑوی کے شاگرد مولانا اسماعیل محمدی صاحب خطیب جامع مسجد وزیر آباد جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور طلباء سے بیان فرمایا۔

۱۵ رفروری کو جامعہ مدنیہ جدید سے رائیونڈ شہر تک طلباء کا جامعہ کے اساتذہ کی قیادت میں تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ اور شرانگیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف پُر امن احتجاجی مظاہرہ ہوا اور آخر میں مولانا حسن صاحب نے جلسہ سے خطاب کیا، اِس موقع پر پولیس کی بھاری نفری جلوس کے ساتھ ساتھ رہی۔

۱۸ رفروری سے حضرت مولانا کریم اللہ صاحب (سابق اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ) کے صاحبزادے حضرت مولانا امان اللہ صاحب نے جامعہ مدنیہ جدید میں اُستاذ الحدیث کی حیثیت سے تدریس شروع کی۔

۱۹ رفروری کو جناب حافظ مجاہد صاحب بعد نمازِ ظہر جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور جامعہ کی تعلیمی و تعمیری سرگرمیوں کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔

۲۰ رفروری کو جناب حافظ رشید احمد صاحب شریفی کراچی سے تشریف لائے اور مولانا سید محمود میاں صاحب سے مختلف اُمور پر گفتگو ہوئی۔ رات کا کھانا حضرت کے یہاں تناول فرمایا۔

۲۱؍فروری کو محترم جناب خرم کرامت صاحب تشریف لائے اور جامعہ کی تعمیری و ترقیاتی اُمور پر حضرت مہتمم صاحب سے گفتگو فرمائی۔

۲۳؍فروری کو حضرت مولانا فاروق صاحب مکہ مکرمہ سے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور طلباء سے اصلاحی بیان فرمایا۔

۲۵؍فروری کو جناب مولانا اَخلد صاحب لاہور تشریف لائے اور وقت کی تنگی کی وجہ سے ائیر پورٹ سے ہی دہلی تشریف لے گئے، حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب نے ائیر پورٹ پر ہی اُن سے ملاقات کی اور الوداع کیا۔

وفیات

محترم خرم کرامت صاحب کے بہنوئی گزشتہ ماہ کی دس تاریخ کو طویل علالت کے بعد وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور اُن کے اہلِ خانہ کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

محترم الحاج حنیف صدیقی صاحب کی جوان سالہ بیٹی گزشتہ ماہ وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔

محترم شیخ داؤد صاحب کے خسر صاحب گزشتہ ماہ کی ۲۱؍تاریخ کو وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر اُن کے اہلِ خانہ کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

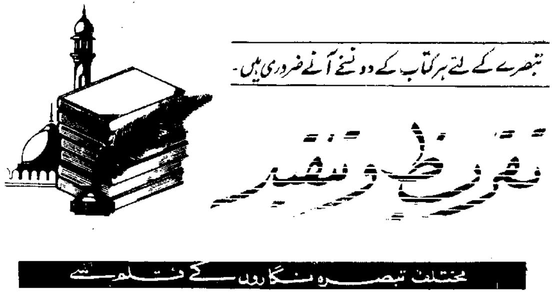

نام کتاب : ششماہی علوم اسلامیہ انٹرنیشنل (سیرت النبی نمبر)

مرتب : پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

صفحات : ۳۷۹

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ کراچی

قیمت : 100/

پیش نظر کتاب ششماہی رسالہ ''علوم اسلامیہ'' کا سیرت النبی ﷺ نمبر ہے، اِس نمبر میں مختلف مضامین سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں دیے گئے ہیں جن میں مذہبی رواداری، روشن خیالی، اعتدال پسندی، انتہا پسندی، دہشت گردی اور جدت پسندی نمایاں ہیں۔

نام کتاب : تذکرۃ المصنفین

تالیف : مولانا محمد عثمان قاسمی ؒ

صفحات : ۵۰۹

سائز : ۲۰×۳۰/۸

ناشر : القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، نوشہرہ

قیمت : ۲۵۰/=

پیش نظر کتاب ''تذکرۃ المصنفین'' حضرت مولانا محمد عثمان صاحب قاسمیؒ کی تصنیف ہے، موصوف دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور اکابر علماء کے فیض یافتہ ہیں۔آپ نے اپنی اس کتاب میں ۱۲۳ مصنفین کے حالاتِ زندگی درج فرمائے ہیں جن کا تعلق مختلف علوم وفنون سے ہے۔مولانا مرحوم نے کتاب کا انداز اِس طرح سے رکھا ہے کہ ہر فن کے علماء کا تذکرہ دوسرے فن کے علماء کے تذکرہ سے الگ کردیا ہے مثلاً علم نحو کے علماء کا تذکرہ مستقل علیحدہ ذکر کیا ہے اور علماء صرف کا تذکرہ الگ، علمِ حدیث کے علماء کا الگ اور علمِ تفسیر کے علماء کا الگ، انداز بیان سہل اور دلکش ہے، علماء وطلباء کے لیے یہ کتاب ایک مفید چیز ہے۔

نام کتاب : تذکارِ محمود

ترتیب : محمد فاروق قریشی

صفحات : ۳۲۰

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : مفتی محمود اکیڈمی، کراچی

قیمت : ۲۰۰/=

زیرتبصرہ کتاب اُن تیرہ مقالات پر مشتمل ہے جو ۱۹۹۶ء میں بنوں میں منعقد ہونے والے عظیم الشان ''مفتی محمود سمپوزیم'' میں پڑھے گئے تھے، اِن مختلف الانواع مقالات میں جہاں حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کی شخصیت کے مختلف گوشے نمایاں ہوتے ہیں وہیں اُس عہد کی ایک تاریخ بھی سامنے آجاتی ہے۔کتاب کے شروع میں مرتب کتاب جناب فاروق قریشی صاحب نے ایک طویل اور وقیع مقدمہ تحریر فرمایا ہے جس میں آپ نے نہایت عمدہ انداز سے کتاب میں شامل مقالات اور مقالہ نگار حضرات کا تعارف اور بعض مقالات میں مذکور وقائع سے اختلاف کرتے ہوئے اصل حقائق کو پیش فرمایا ہے، اِس لحاظ سے یہ مقدمہ خود ایک دستاویزی حیثیت کا حامل ہوگیا ہے۔لائق مرتب کی کاوش قابل ستائش ہے، کتاب ہر لحاظ سے عمدہ ہے، تاریخ کے طلباء اور حضرت مفتی صاحبؒ سے وابستہ حضرات کے لیے اِس کتاب کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔

نام کتاب : تحفۂ سید الابرار

مرتب : محمد سیف اللہ خالد

صفحات : ۱۷۶

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : گوشۂ علم وادب، بستی مٹھو خاص، تحصیل شجاع آباد، ملتان

قیمت : =/۱۰۰

زیرِ نظر کتاب ''تحفۂ سید الابرار'' میں مختلف اذکار واستغفار کے فضائل درج کیے گئے ہیں۔ مصنف نے اپنی کتاب کو درج ذیل آٹھ ابواب میں منقسم کیا ہے: (۱) فضائل قرآن کا بیان (۲) فضائل دُعا کا بیان (۳) اذکار کا بیان (۴) استغفار وتوبہ کا بیان (۵) صبح وشام کی دُعاؤں کا بیان (۶) مختلف اوقات کی دُعاؤں کا بیان (۷) پناہ مانگنے کا بیان (۸) جامع دعاؤں کا بیان۔

موجودہ دَور میں پریشانیوں سے چھٹکارہ کا حل اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اُن ادعیہ واذکار کو معمول بنانا ہے جو کتاب وسنت میں وارِد ہوئے ہیں، اِس سلسلہ میں یہ کتاب مفید معلوم ہوتی ہے۔

۞ ۞ ۞

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔ (ادارہ)